www.Paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
موم کی محبت
راحت وفا
READING
Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

ہم نے ہر اک سانس محبت پہ فدا کی ہے
ہر دعا میں تیری چاہت کی التجا کی ہے
تم کیا کرو گے محبت کی انتہا
ہم نے تو ابتدا ہی انتہا سے کی ہے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شرمین اذان کو لے کر عارض کے گھر چلی جاتی ہے وہ اذان کو صبیح احمد کی بہنوں سے دور رکھنا چاہتی ہے۔ عارض کو شرمین کا اپنے گھر آنا سخت ناگوار گزرتا ہے صفدر نے جو الزام اس پر لگایا تھا اس بات کا اظہار بھی عارض شرمین سے کر دیتا ہے ساتھ ہی شرمین کو بھی اپنے گھر سے نکال دیتا ہے۔ شرمین عارض کے گھر سے نکل کر زینت آپا کے گھر چلی جاتی ہے۔ زینت آپا بوبی کے روڈ ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہونے کا سن کر لندن گئی ہوئی ہوتیں ہیں۔ صفدر کو اپنے رویے پر دکھ ہوتا ہے اب تک زیبا کی بے گناہی بھی اس کے سامنے نہیں آسکی اور صفدر اب بھی زیبا کو جھوٹا سمجھتا ہے۔ عارض شہر سے دور فارم ہاؤس آجاتا ہے لیکن سردی کے باعث اس کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے اور عارض کو اسپتال منتقل کر دیا جاتا ہے عارض کا خاص ملازم حاکم الدین صفدر اور شرمین کو فون پر عارض کی خراب طبیعت کی خبر دیتا ہے۔ اذان کو اس کی پھوپو کشف (صبیح احمد کی بہن) اپنے ساتھ گھر لے آتی ہے کشف کا ارادہ اذان کو اپنے گھر میں رکھنے کا تھا اذان صبیح احمد کی دوسری بیوی نینسی کی اولاد ہے جیسے صبیح احمد نے مسلمان کرنے کے بعد شادی کی تھی شرمین کو شبانہ (کرائے دار) سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کو اس کی پھوپو کشف لے گئی ہے جس پر شرمین ششدر رہ جاتی ہے اذان کے پاس واپس آنے پر شرمین سکون کا سانس لیتی ہے اور دوبارہ اسے جانے سے منع کر دیتی ہے۔ عارض کی طبیعت سنبھل جاتی ہے وہ صفدر کو اپنے سامنے دیکھ کر اشتعال کا شکار ہوتا ہے جس پر صفدر حقائق جاننے کی ضد کرتا ہے عارض غصہ میں اپنا گناہ قبول کرتا ہے لیکن صفدر کو اس کی ذہنی حالت پر شبہ ہوتا ہے۔ کشف اور نگہت (صبیح احمد کی بہنیں) شرمین سے اذان کو لینے کے منصوبہ بناتی ہیں دونوں بہنوں کی نظر صبیح احمد کی جائیداد پر ہوتی ہے۔ شرمین اپنی کمپنی میں ریزائن دینے کے بعد زینت آپا کا کاروبار سنبھالتی ہے لیکن اب اسے اذان کی بھی فکر رہتی ہے۔ شرمین کو کشف کا اپنے گھر آنا بھی خطرے سے خالی نہیں لگتا لیکن شرمین صبر وضبط سے کام لیتی ہے۔

(اب آگے پڑھیں)

❁......❁......❁......❁
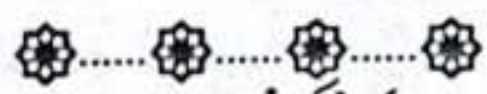
یہ کیسے ممکن تھا کہ محبت میں اتنی اداسی نہ ملتی...... یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ وہ محبت کا بانکپن مٹی میں ملا کر محبت حاصل کر لیتا۔ ضروری تو یہ بھی تھا کہ شرمین کا ردعمل ایسا ہی ہو۔ صفدر نے جو کہا وہ شاید اتنا کاری زخم نہیں تھا' جتنا شرمین کے لہجے اور نگاہوں میں زہر کا سبزہ اگا ہوا تھا۔ وہ سرتا پیر زہر ہی زہر بن گیا تھا۔ برآمدے کے ستون سے لگا۔ مدتوں بعد سگریٹ کے کش لگاتے ہوئے وہ اپنی ذات سے بھی بیگانہ بنا کھڑا تھا۔ اب تو شرمین ہر آس ہی جیسے ختم کر کے گئی تھی۔

''چھوٹے صاحب! اندر چلیں باہر بہت ٹھنڈ ہے۔'' حاکم الدین نے طویل خاموشی کے بعد آ کر کہا۔

''چاچا! معلوم ہے اندر بھٹی جل رہی ہے۔''

''آپ کو کچھ کھانا بھی چاہئے' اندر چلیں میں کھانا لگواتا ہوں۔''

''چاچا! آپ فکر نہ کریں میں کھانا بھی کھا ہی لوں گا۔''

''پھر چلیں شاباش۔''

''آپ جائیں میں آتا ہوں۔''

''سو جائیں ذرا رات بھی بہت ہوگئی ہے۔''

''ہنہ...... کیسی نیند؟'' وہ دکھ سے بڑبڑا کر شکستہ قدموں کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف آ گیا۔ اندھیرے کمرے میں صرف بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھے لیمپ روشن تھے۔ وہ ٹانگیں لٹکائے بیڈ کے ایک طرف بیٹھ گیا۔

آنکھوں کو انتظار کے لمحات سونپ کر
نیندیں بھی لے گیا کوئی اپنے سفر کے ساتھ

اس نے بازو آنکھوں پر رکھ لیا تو جیسے آغا جی کے مشفق ہاتھ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''میرے بیٹے! کچھ لوگ مسکراہٹیں بکھیر کر بھی یہ احساس نہیں ہونے دیتے کہ اندر سے مر چکے ہیں۔'' آغا جی کی مدھم آواز سنائی دی۔ تو اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ مگر وہاں تو کوئی نہیں تھا۔ چھوٹے بچے کی طرح وہ پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے آغا جی کو پکارنے لگا۔

''بابا...... بابا...... آپ مجھے کیوں چھوڑ گئے؟ بابا میں تنہا ہوں' سب مجھ سے دور چلے گئے۔'' اس کی آواز پر کمرے سے باہر کھڑی ملازمہ پریشان ہوکر حاکم چاچا کے پاس آ گئی۔

''صاحب! رو رہے ہیں' آوازیں دے رہے ہیں۔''

''تم اپنا کام کرو' میں دیکھتا ہوں۔'' انہوں نے کہا اور خود اس کے کمرے کی طرف آ گئے۔ ہلکی سی دروازے پر دستک دی اور پھر واپس پلٹ گئے۔ ان کے پاس کوئی حل تھا ہی نہیں۔ صفدر کا فون نمبر ملایا۔ مگر فون پر بڑی دیر بیل جاتی رہی۔ اٹینڈ نہیں ہوا تو چپ کر کے فون بند کردیا اور اس کے لیے ٹرے میں کھانا لے کر کمرے میں آ گئے۔

''چھوٹے صاحب! کھانا کھالیں۔''

''حاکم چاچا! مجھے بھوک نہیں۔''

''آپ کو آغا جی کا خیال ہے۔'' ایک دم حاکم چاچا نے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آغا جی مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔''

''وہ نہیں گئے' یہیں ہیں' آپ کے پاس مگر غم زدہ ہیں' آپ کو ان کا غم نظر نہیں آتا۔''

''وہ چلے گئے ہیں' مجھے چھوڑ کر۔''

''وہ نہیں گئے' مگر آپ کو اس حالت میں دیکھ کر دکھی ہیں۔ آپ ان کی خاطر یہ اپنی تباہی کا راستہ چھوڑ دیں۔ ان کی روح کو کتنی تکلیف ہوتی ہے سوچیں۔'' حاکم چاچا نے بڑی سنجیدگی سے کہا اور ٹرے رکھ کر کمرے سے چلے گئے۔

❁......❁......❁......❁

شبانہ ملازمہ سے واشنگ مشین سے کپڑے دھلوا رہی تھی۔ گھر کے پچھلے حصے میں ہی کپڑے دھلتے تھے۔ شبانہ نے قدموں کی آہٹ محسوس کر کے پلٹ کے دیکھا تو ٹھٹکی۔

''السلام علیکم!'' کشف بڑی انسیت کے ساتھ بولی۔

''وعلیکم السلام!'' شبانہ نے جواب دیا۔

''شرمین کے پورشن پر حسب معمول تالا لگا ہوا ہے۔'' کشف نے اپنے اس طرف آنے کا جواز پیش کیا۔

''جی' اس ٹائم تو وہ آفس چلی جاتی ہیں' اور اذان اسکول۔'' شبانہ نے جواب دیا اور اسے لیے لان میں آ گئی۔ کین کی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔ کشف جھٹ سے بیٹھ گئی۔

''آپ کو زحمت دی میں نے۔'' کشف نے بناوٹ سے کہا۔

''نہیں' ایسی کوئی بات نہیں' آپ چائے لیں گی۔'' شبانہ نے پوچھا۔
''جی تکلف کی ضرورت نہیں' بس ویسے ہی دھوپ میں بیٹھنا اچھا لگ رہا ہے۔'' وہ مسکرا کر بولی۔
''آپ شرمین کو فون کرکے آیا کریں۔''
''شرمین کے پاس اور کوئی نہیں آتا کیا؟''
''پتا نہیں' بس کبھی کبھار ہی کوئی آتا ہے؟'' شبانہ ٹال گئی۔
''آپ نے شرمین کے شوہر کو بھی نہیں دیکھا ہوگا۔'' کشف نے کریدا۔
''نہیں' بس تصویر دیکھی ہے۔''
''ہنہ! اچھا' میرے بھائی کی تصویر دیکھی ہے آپ نے باہر ہوتے ہیں۔''
''اذان سے ملنے کو دل چاہ رہا تھا۔'' کشف دانستہ بہت کچھ چھپا گئی۔
''اذان تو اسکول جاتا ہے۔''
''ہاں! بس ذہن سے نکل گیا۔''
''ویسے آپ جو پیکٹ دے گئی تھیں' شرمین نے اس پر خفگی کا اظہار کیا تھا۔'' شبانہ نے جتلایا۔
''اچھا...... کیوں؟ وہ میں نے بھتیجے کے لیے دیا تھا۔'' کشف کچھ تڑخ کر بولی۔
''پتا نہیں کیوں؟''
''ٹھیک ہے میں پوچھوں گی' ہمارا بھتیجا ہے' ہمارا خون ہے' شرمین کون ہوتی ہے؟''
''وہ ماں ہے' ہوسکتا ہے کہ آپ سے اختلافات ہوں۔''
''کون سی ماں؟'' کشف جذباتی ہوگئی۔
''کیا مطلب؟''
''یہ سوال آپ شرمین سے پوچھیے گا۔'' کشف بیگ کندھے پر ڈال کر اٹھتے ہوئے بولی۔
''نہ بابا' مجھے کیا ضرورت ہے؟'' شبانہ نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔
''چلیں' میرا اتا دیجیے گا۔''
''جی۔'' شبانہ نے مردہ سی آواز میں کہا۔
''میرے شونو کو ضرور پیار دیجیے گا۔'' کشف نے اٹھلا کے کہا تو شبانہ نے کچھ بیزاری سے اسے دیکھا۔ وہ ذہن میں تو اس کے بہت سے الجھاوے وہ ڈال گئی تھی...... جو شبانہ کو الجھانے کے لیے کافی تھے۔ کیونکہ وہ خود بھی اکثر یہ سوچتی تھی کہ اذان کے ڈیڈی پاکستان کیوں نہیں آتے؟ کئی بار وہ اپنے شوہر سے اس پر بحث کرچکی تھی۔

❀......❀......❀......❀
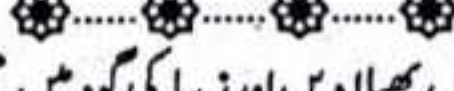
صفدر تیار ہوکر باہر نکلا تو عبدالصمد نے بانہیں پھیلا دیں اور زیبا کی گود میں مچلنے لگا۔ صفدر بیتابی سے اسے لینے کو آگے بڑھا' مگر زیبا پر نظر پڑی تو رک گیا' زیبا کے چہرے پر خوشی سی تھی' وہ اپنی انا کے ہاتھوں مجبور ہوکر وہیں خود پر کنٹرول کرگیا عبدالصمد نے رونا شروع کردیا۔
''میرا انتقام اس معصوم سے تو نہ لیں۔'' زیبا نے مسکرا کر نرمی سے سرگوشی کی۔
''یہ تو اس کا مقدر تم بنا چکی ہو۔'' بلاوجہ کی سختی لہجے میں لاکر وہ بولا۔ اسی وقت جہاں آرا وہیں آگئیں' پوتے کو روتا دیکھ کر وہ تڑپ اٹھیں۔
''ارے میرے بچے کو کیوں رلا رہے ہو؟''
''امی یہ ان کے پاس جانے کی ضد کررہا ہے۔'' زیبا نے بھی موقع دیکھ کر وار کیا۔
''صفدر! لو اسے گود میں' کبھی باہر لے جایا کرو۔''

حفصہ عطاریہ

میرا نام حفصہ عطاریہ ہے 31 مارچ کو پیدا ہوئی بہن بھائیوں سے چھوٹی ہوں۔ اسٹوڈنٹ لائف چل رہی ہے اور آنچل بھی ساتھ ساتھ ہے۔ آنچل کی کیا تعریف کروں یہ تو دل و جان سے پسند ہے۔ آنچل کو 2009 سے باقاعدہ پڑھنا شروع کیا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ وسلم اور اس کے بعد تمام نیک ہستیاں میری رہنما ہیں۔ اپنے والدین سے بہت محبت ہے۔ کھانے میں چکن بریانی میٹھے میں کھیر مکس، رس ملائی، پھلوں میں آم، اناس، اور انار پسند ہیں۔ پھولوں میں گلاب اور موتیا پسند ہے۔ لباس میں شلوار قمیص اور دوپٹہ پسندیدہ ہے۔ جیولری میں بریسلٹ اچھا لگتا ہے۔ چلیں خوبیوں اور خامیوں کی طرف نظریں دوڑائیں خوبیوں کو چھوڑیے خامیاں بتادیتے ہیں۔ غصہ بہت جلدآ جاتا ہے۔ ہر معاملے میں شدت پسند ہوں۔ ہر ایک کے لیے حساس ہوں چاہے وہ اپنے ہوں یا غیر۔ تمام رائٹرز تمام قارئین بہت اچھے لگتے ہیں۔ رائٹرز میں سمیرا شریف، نازیہ، کنول اقراء، عفت سحر، عشنا کوثر، نادیہ فاطمہ، راحت وفا، ام مریم پسند ہیں۔ ناولوں میں محبت دھنک رنگ اوڑھ کر، جو ریگ دشت فراق ہے۔ محبت دل پہ دستک حد سے زیادہ پسند ہیں۔ دوستیں بہت کم ہیں۔ ریڈیو بھی سنتی ہوں۔ انٹرنیشنل ایف ایم 89.4 اسلام آباد کے آر جے عتیق الرحمٰن بھٹی عطاری بہت بہت پسند ہے اللہ ان کو مزید ترقی دے آمین۔ میٹھی میٹھی شاعری اچھی لگتی ہے جو سمجھ آجائے۔ رنگوں میں سرخ رنگ بے حد پسند ہے۔ قارئین میں بشریٰ باجوہ، نوشین اقبال اور بھی بہت سی بہنیں اچھی لگتی ہیں۔ سیر سپاٹے کی بہت شوقین ہوں۔ اقراء صغیر آحمد کا ناول دشت آرزو پڑھا تھا بہت اچھا لگا اور بھیگی پلکوں پر بھی پسند ہے۔ پری کا کردار اچھا لگتا ہے۔ اچھی سی بات کے ساتھ کہ کسی کو دھوکا مت دو۔ جن کو میرا تعارف اچھا لگا ان کے لیے بھی دعائیں اور جن کو نہیں بھی اچھا لگا ان کے لیے تو خاص دعائیں۔ فی امان اللہ۔

''امی! آفس سے دیر ہو رہی ہے۔'' اس نے ٹالا۔

''ہونے دو! ایسے مت رلاؤ' لو گود میں اور ذرا میری بات سنو۔'' جہاں آرا یہ کہہ کر ٹی وی لاونج میں صوفے پر جا کر بیٹھ گئیں۔ صفدر نے عبدالصمد کو گود میں لیا تو وہ کھلکھلانے لگا۔ دل تو خوشی سے اس کا اپنا بھی بھر گیا' مگر زیبا پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ صفدر ان کے پاس ٹی وی لاؤنج میں آ گیا تو انہوں نے اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گیا۔

''بیٹا! تم ایک ہوا اب عبدالصمد کے بعد دوسرا بچہ آ جائے' یہ بھی بہل جائے گا اور میرا بھی یہی ارمان ہے۔'' انہوں نے اتنی غیر متوقع بات کی کہ صفدر چونک پڑا۔

''یہ جس نے آپ کے کان بھرے ہیں اسے بتادیں کہ ڈرامے کی ضرورت نہیں۔'' وہ دانستہ اسے سنانے کی غرض سے اونچی آواز میں بولا۔

''یہ ڈرامہ ہے اور میرے کون کان بھرے گا؟'' جہاں آرا سخت حیرت اور تشویش سے بولیں۔

''اپنی بہو کی زبان نہ بولا کریں' میرے پاس فالتو گفتگو کا وقت نہیں۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''صفدر! جیسا میرا ہنستا مسکراتا گھر دیکھنے کا ارمان تھا وہ پورا نہ ہوا۔'' جہاں آرا بہت افسردہ سی ہوگئیں۔

''بہو سوچ سمجھ کر لاتیں' مجھ سے تو سب کچھ چھین لیا گیا۔'' وہ پرملول انداز میں کہتا ہوا تیزی سے باہر نکلا' اندر آتی زیبا سے ٹکراکر گزرا۔ وہ سنبھل کر جہاں آرا کے پاس آ گئی تو انہوں نے اسی سے پوچھ لیا۔

''کیا چھین لیا ہے تم نے صفدر سے اس نے یہ کہا اور چلایا؟''

''وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں' میں ان کی زندگی میں صرف نفرت کا استعارہ ہوں۔'' زیبا کی آنکھیں بھر آئیں۔

''کیا مطلب؟ میں تو سمجھ رہی تھی سب کچھ ٹھیک ہوگیا۔''

''کچھ بھی ٹھیک نہیں' رات بھر بیٹھے سگریٹ پھونکتے ہیں' نجانے کیا غم ہے؟ جو آج کل سونے بھی نہیں دے رہا۔'' زیبا یہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔ جہاں آرا کو ایک ہی دھڑکا سا لگا رہتا تھا کہ کوئی نہ کوئی اور لڑکی ہے' جس کے چکر میں صفدر ہے۔ وہ اس خیال سے بالکل چپ ہوگئیں۔ زیبا انہیں بہت مظلوم اور معصوم لگی۔ مگر وہ بے بسی سے سوچ کر رہ گئیں' کچھ بھی نہ کہہ سکیں'

ایک بار پھر ذہن میں وہی شکوک بیدار ہوگئے تھے۔

❀......❀......❀......❀

دن بڑے بے رنگ اور پھیکے پھیکے سے گزر رہے تھے۔ شرمین نے چاروں طرف سے گویا توجہ ہٹالی تھی۔ حاکم الدین نے بارہا فون کیئے اسے عارض سے ملنے کی التجائیں کیں، مگراس نے صاف انکار کردیا۔ انہوں نے اذان کے لیے گاڑی بھیجی مگراس نے منع کردیا۔ صفدر بھائی نے عارض سے ملنے پر اصرار کیا۔ مگراس نے سختی سے انکار کردیا۔ ایسے لگتا تھا کہ وہ کسی آواز پرکان دھرے گی تو گویا پتھر کی بن جائے گی۔ دل مجبور بھی کرتا تو وہ دو آنسو بہا کر پرسکون ہوجاتی۔ آفس سے زینت آپا کے گھر اور پھر اپنے گھر آ کر اذان کے ساتھ مصروف ہوجانا یہ ہی روٹین اس کی اذان نے بھی اپنالی تھی۔ مگر آج جونہی کشف کا فون آیا تو وہ پھٹ پڑی۔ کیونکہ کشف کے بارے میں شبانہ نے سب کچھ بڑا چڑھا کر بتایا تھا اس وقت تو وہ ٹال گئی تھی مگر اذان کو ہوم ورک کراتے ہوئے جیسے ہی فون بجا' کشف کا نمبر دیکھ کراس نے فون اٹھایا اور کمرے سے ٹی وی لاؤنج میں آ گئی۔

''ہاں کشف بولو۔''

''شرمین! کیا حال ہے؟''

''اللہ کا شکر ہے' تم سناؤ۔'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''کمال ہے' کبھی فون ہی کرلیا کرو' میں جب آتی ہوں گھر لاک ہوتا ہے۔'' کشف نے بڑے سلیقے سے بات شروع کی۔

''ظاہر ہے' میں جاب کرتی ہوں۔''

''جاب کی ضرورت تو نہیں۔'' کشف کے لہجے میں طنز تھا۔

''کیوں؟''

''مطلب' بھائی جان کا سب کچھ اذان کا ہی ہے۔'' کشف کے اندر کا زہر باہر آیا۔

''کشف میرے پاس الٹی سیدھی باتوں کا وقت نہیں۔''

''یہ بتاؤ اذان کیا کررہا ہے؟''

''سورہا ہے۔''

''شرمین! تم اذان کو چھپا کر کیوں رکھ رہی ہو؟''

''کشف! کیسی باتیں کررہی ہو؟''

''اذان ہمارا خون ہے' ہمارا بھتیجا ہے۔'' کشف مطلب پر اتر آئی۔

''تو......؟''

''تو اسے ہمارے پاس ہونا چاہیے۔''

''اپنے بھائی کی قبر پر جا کراس سے پوچھو۔'' اسے غصہ آ گیا۔

''سنو! کیا یہ حقیقت نہیں' جو اتنی خفا ہورہی ہو۔ نہیں جانتیں اذان کی ماں کو۔''

''مجھے نہیں معلوم اور نہ میں کچھ جاننا چاہتی ہوں۔''

''مجھے پتا ہے' تم اذان کا بہت خیال رکھتی ہو اور ایسا بھائی جان کے کہنے پر کررہی ہو' مگر تم نے اذان کو کچھ بھی نہیں بتایا۔''

''دیکھو! کشف جو تمہارے ذہن میں ہے' میں سمجھ سکتی ہوں' مگر پلیز ہماری زندگی میں زہر نہ گھولو۔'' وہ چلا اٹھی اور فون بند کردیا۔ وہ سلگ اٹھی تھی' برداشت نہ کرسکی۔ جانتی تھی کہ کشف کو یہ بات مزید زہر افشانی پر اکسائے گی' مگر وہ کہہ گئی تھی۔ زندگی اجیرن بن گئی' بیٹھے بیٹھائے کی مصیبت۔ اسے صبیح احمد پر بھی غصہ آیا' جو زندگی میں کچھ نہ دے کر' مرنے کے بعد ایک نئی اذیت اور پریشانی میں مبتلا کرگیا تھا۔ اب اذان جو کہ اس کی زندگی بن گیا تھا' حالات ایسا رخ اختیار کررہے تھے کہ اسے ایک

غزل

کچھ میں بھی ضد کی پکی تھی
کچھ وہ بھی ضبط گنوا بیٹھا
کچھ میں خود سے بھی انجان رہی
کچھ اس نے دل قربان کیا
کچھ میں بھی راہوں میں بھٹکتی رہی
کچھ وہ بھی منزل پا نہ سکا
کچھ میں اس کی دیوانی تھی
کچھ اس کی محبت میں فراوانی تھی
کچھ یادوں پر اس کا پہرا تھا
کچھ خوابوں میں بھی اس کا چہرہ تھا
کچھ میں اس کی شیدائی تھی
کچھ اس کے جذبوں میں سچائی تھی
کچھ میں نے اسے برباد کیا
کچھ اس نے مجھے آباد کیا
کچھ میں نے بھی ہار تسلیم نہ کی
کچھ وہ جیت کر بھی ہار بیٹھا
کچھ پچھتاوا بھی بنا مقدر میرا
کچھ وہ بھی مداوا کر بیٹھا

مدیحہ مدو...... بورے والا

نئے محاذ پر نا کامی کی جنگ لڑنی تھی۔ وہ تو اذان کی کچھ بھی نہیں۔ سچ میں وہ اذان کی ماں سے ناواقف تھی۔ اس نے صبیح احمد کو معاف کیا ہوتا تو جان پاتی۔

❀......❀......❀......❀

حاکم چاچا کے سمجھانے کا تھوڑا سا اثر اس نے قبول کیا تھا۔ فیکٹری سے ایڈمن برانچ کے دو تین لوگ ملنے آئے تو وہ فریش ہو کر ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ وہ اس کی حالت دیکھ کر چونکے' استفسار کیا مگر اس نے آغا جی کی جدائی کا بہانہ بنایا' یہ حقیقت تھی لیکن صدمات اس کے لئے صفدر اور شرمین کی طرف سے آئے تھے۔ جنہوں نے اس پر گھناؤنے الزامات کی بوچھاڑ کر کے لاتعلقی اختیار کر لی تھی۔

''سر...... آپ حقیقت کو تسلیم کر لیں' آغا صاحب نہیں رہے' مگر بزنس کو آپ کی ضرورت ہے' فیکٹری متاثر ہو رہی ہے۔'' اشرف صاحب نے بہت موذب لہجے میں کہا۔

''فی الحال میرا دل نہیں چاہتا۔'' وہ مردہ سے لہجے میں بولا۔

''سر...... ہمارے کمپیٹیٹرز نے سر اٹھانا شروع کر دیا ہے' یہ بہت ضروری کیمکلز آنے ہیں' ان آرڈرز پر اور پے منٹس کے چیکوں پر آپ کے دستخط چاہئے۔'' اشرف صاحب نے فائل کھول کر سامنے کی۔

''آپ پاشا صاحب سے ڈسکس کر لیں۔''

''نہیں سر' یہ آپ کو کرنے ہیں' پاشا صاحب کی اتھارٹی نہیں۔''

''اوہ...... یار آپ چھوڑ جائیں' میرا سر درد کررہا ہے۔'' وہ ایک دم غصے میں آ گیا۔ وہ سب شرمندہ سے ہوگئے۔
''سوری...... میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' وہ یہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چلا آیا۔ حاکم الدین کو اندازہ تھا' انہیں اچھی پرتکلف چائے پیش کرتے ہوئے دھیرے دھیرے بتادیا۔
''وہ کافی ذہنی الجھن کا شکار ہیں۔ فائل چھوڑ جائیں' میں دستخط کرالوں گا۔'' وہ چلے گئے تو وہ ان کے کمرے میں آ گئے۔
''چھوٹے صاحب...... ایک بات کہوں؟'' حاکم چاچا نے اسے سگریٹ کے مرغولوں میں کھویا پا کر پوچھا۔
''ہنہ...... ہاں۔''
''ہم جب کسی کو چیخ چیخ کر احساس دلاتے ہیں نا کہ تم سب سے زیادہ پیارے ہو' اہم ہو تو الفاظ چھوٹے پڑ جاتے ہیں' وہ خود کو بہت بڑا اور اہم سمجھ لیتا ہے اور پھر ہم خود کچھ نہیں رہتے۔'' حاکم چاچا نے آرام سے اپنے اندازے کے مطابق بڑا گہرا اشارہ کیا۔
''کیا مطلب؟''
''صفدر میاں اور شرمین بی بی کو آپ نے بہت اہم بنادیا' وہ آپ کو اس لیے چھوڑ گئے' آپ کی محبت کی قدر نہیں کی تو آپ بھی اہم ہوجائیں۔'' انہوں نے دکھی دل کے ساتھ مشورہ دیا۔
''آپ نہیں جانتے کہ ان دونوں نے مجھے کیسے غیر اہم کیا ہے؟'' وہ آنکھوں کی نمی چھپاتے ہوئے بولا۔
''میں اتنا جانتا ہوں کہ آپ ہمارے لیے' ہمارے جنتی آغا جی کے لیے بہت اہم ہیں' آپ خود کو سنبھالیں' کاروبار دیکھیں' آپ وارث ہیں بڑے صاحب کے۔''
''حاکم چاچا...... یہ اتنا آسان نہیں۔''
''بس آپ سوچنا چھوڑ دیں۔''
''ایسے زخم لگے ہیں کہ ایک پل کا سکون میسر نہیں۔ ذہن کھولنے لگتا ہے۔''
''آپ کو حوصلے سے ان دونوں کا سامنا کرنا چاہیے یا پھر بالکل انہیں بھول جائیں۔''
''آپ مجھے تنہا چھوڑ دیں پلیز۔''
''یہ فائل دیکھ کر سائن کردیں۔'' حاکم الدین نے فائل سامنے رکھ کر کہا اور خاموشی سے باہر نکل گئے۔

❁......❁......❁......❁
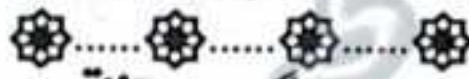
ننھی کی شادی کے دن قریب آرہے تھے۔ شادی تو سادگی سے ہونی تھی' بس چند چھوٹی چھوٹی چیزوں کی خریداری کے لیے بازار جاتے ہوئے ننھی اسے ساتھ لے آئی تھی۔ جہاں آرا بیگم نے عبدالصمد کو اپنے پاس رکھ کر ان دونوں کو بخوشی بھیج دیا تھا۔ وہ مطلوبہ مارکیٹ سے خریداری کر کے نکل رہی تھیں تو عارض کی گاڑی پارکنگ میں آرہی تھی۔ وہ گاڑی لاک کر کے ساتھ والی مارکیٹ کی طرف جانے کے لیے آگے بڑھا تو زیبا نے ننھی کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اس کی طرف بڑھی ننھی حیران پریشان سی ہو کر بولی۔
''زیبا کیا مسئلہ ہے؟''
''یہ...... یہ وہی ہے صفدر کا دوست' مجھے اس سے حساب لینا ہے۔'' وہ جذباتی ہورہی تھی۔
''اوہو! یہ غلط بھی ہوسکتا ہے' میرا مطلب ہے یہ مناسب جگہ نہیں' مارکیٹ ہے تماشا نہ بن جائے۔''
''نہیں مجھے اس سے پوچھنا ہے۔'' وہ اور تیز تیز چلنے لگی' وہ موبائل فون کی بڑی سی شاپ میں داخل ہوا تو زیبا بھی اندر گھس گئی' ننھی جھجک کر وہیں رک گئی۔
''سنو...... رکو۔'' وہ پشت سے چلائی تو عارض نے پلٹ کر دیکھا۔
''جی فرمایئے۔''
''آج میرا حساب چکانا ہوگا' صفدر سے تو کچھ نہیں ہوا مگر میں تمہاری اصلیت زمانے کو بتا کر رہوں گی۔'' زیبا نے بھوکی

سعدیہ عبدالعزیز

مابدولت کا نام سعدیہ ہے۔ سالوں گزرے دنیا میں آئے۔ تاریخ پیدائش یاد رکھنے اور یوم پیدائش منانے کے زمانے گزر گئے۔ بی اے بی ایڈ کرنے کے بعد عرصہ دراز سے درس و تدریس کے سلسلے سے وابستہ ہیں یہی ہمارا حصول اور وقت گزاری کا بہترین کارآمد و نفع بخش ذریعہ ہونے کے علاوہ ہمارے کتھارسس کا باعث ہے۔ پسند ناپسند کا ذکر ہو تو تمام دلکش و بہترین دلنشین کھلے کھلے رنگ پسند ہیں کھانے میں بھی کسی چیز سے انکار ممکن نہیں۔ خوش خوراکی کی صفات بدرجہ تمام موجود ہیں۔ بڑے سے ڈوپٹے کے ساتھ تمام آرام دہ لباس پسند ہیں حقیقت پسند ہونے کے باوجود کبھی کبھار دنیاوی جھمٹوں سے نجات کے لئے خیالی دنیا میں پسندیدہ لوگوں کے ساتھ من پسند باتیں مزہ دیتی ہیں۔ دہری شخصیت کے حامل دوغلے لوگوں کی کمپنی سے اکیلے رہنے کو ترجیح دیتی ہوں سادہ ملنسار انکسار پسند مخلص لوگ متاثر کرتے ہیں۔ بیشتر لوگوں کے تاثرات سے ایک بار ملنے سے ہی اس کی فطرت کا اندازہ کر سکتی ہوں۔ غصہ بے تحاشا آتا ہے جس پر قابو پانے کی تمام کوششیں تا حال بار آور ثابت ہو رہی ہیں کسی بھی بات کو آخری حد تک سوچنے کی بری عادت بھی ہے میں کوشش کرتی ہوں کہ کسی کے بارے میں برا خیال بھی ذہن میں نہ آئے اور کسی کے لئے باعث تکلیف نہ بنوں امی کا خیال باعمل سلجھے ہوئے لوگ بچوں کی مسکراہٹ تواتر سے برستی بارش خوشگوار نفیس رویے اور ہم مزاج دوستوں کی یاد موڈ پر اچھا اثر ڈالتی ہے۔ بہترین دوستوں میں ظل ہما اور سعدیہ چوہدری ہیں۔ ظل ہما سے بچھڑنے کی رت بھی ذہن کے دریچوں میں ابھرتی ہے تو دل کو اداس کر دیتی ہے۔ ساتھ اجازت۔

شیرنی کی طرح غرا کر کہا تو اس کے چہرے پر سارے جہاں کی حیرت سمٹ آئی۔

"کیا کہا؟ میں سمجھا نہیں۔" اس نے حیرت سے مگر دھیرے سے کہا۔

"کیوں بھول گئے مجھے؟" زیبا نے اور بیخ پا ہو کر پوچھا۔

"سوری...... آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے شاید۔"

"میں تمہارا منہ نوچ لوں گی' میری زندگی برباد کر کے انجان بن رہے ہو۔" وہ اس کا گریبان مٹھی میں جکڑتے ہوئے چلائی' ارد گرد اور کاؤنٹر پر کھڑے لوگ سب متوجہ ہو گئے۔ عارض کے اندر غصے کا طوفان اٹھا اور اس نے گریبان چھڑا کر پوری قوت سے اسے دھکا دیا' وہ گلاس دوڑ سے جا ٹکرائی۔ ماتھا لہولہان ہو گیا۔ وہ الٹے قدموں شاپ سے باہر نکل آیا۔ منھی بدحواس ہو کر اندر داخل ہوئی تو وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھی شاپ کے سیلز مین اسے سہارا دے کر اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کے ماتھے پر لگے زخم پر اپنا آنچل رکھا اور بولی۔

"پلیز...... کوئی رکشہ' ٹیکسی رکوائیں' اسے اسپتال لے جانا ہوگا۔"

"او بی بی! اسے لے کر نکلو یہاں سے' جانے کیا معاملہ ہے؟ اچھے بھلے معزز نوجوان کا گریبان پکڑ لیا۔ تم جیسی لڑکیاں کیا کیا کرتی پھرتی ہیں۔" شاپ کے مالک نے بڑے نفرت آمیز لہجے میں ان کی کردار کشی کی تو سب ارد گرد جمع لوگوں نے استہزائیہ انداز میں مسکراہٹ ظاہر کی اور پھر دائیں بائیں ہو گئے۔ منھی کا خون کھول اٹھا۔

"بہت گھٹیا سوچ ہے آپ کی۔"

"اوئے اچھا بی بی اب جاؤ دکان داری خراب نہ کرو۔" مالک نے ناگواری سے کہا۔ منھی نے بمشکل برداشت کیا' خون بہہ رہا تھا اس لیے جلدی سے اسے سہارا دیئے باہر نکل آئی۔ اتفاق سے رکشہ باہر مل گیا۔ اس نے قریبی کسی اسپتال چلنے کا کہا۔

پیشانی پر دائیں طرف دو ٹانکے لگے۔ انجیکشن اور دواؤں کے ذریعے خون بہنا رکا...... منھی حواس باختہ سی اسے اس حال میں لے کر گھر پہنچی تو جہاں آرا تشویش کے مارے سوال پر سوال کرنے لگیں۔

"ارے اللہ خیر یہ کیا ہوا' کیسے ہوا' گر گئی یا کسی نے ٹکر مار دی؟" منھی نے اسے بیڈ روم تک لاتے ہوئے ان کے تمام

سوال سن کر کسی حد تک ٹالنے کا بہانہ سوچ لیا۔

''جی...... بس بے دھیانی میں پاؤں پھسلا اور سر دیوار سے جالگا۔''

''توبہ ہے' کیا دھیان سے نہیں چل سکتی تھیں؟ کیسے پیلی رنگت ہوگئی ہے۔ لو بتاؤ' ماتھے پر زخم آ گیا' تمہاری شادی میں ہفتہ رہ گیا اور یہ اس حال میں آ گئیں۔'' جہاں آرا اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے ممتا بھرے انداز میں بولیں۔

''خالہ جان! فکر کی کوئی بات نہیں' ٹھیک ہو جائے گی۔''

''ان شاء اللہ! میں اس کے لیے ہلدی ڈال کر گرم دودھ لاتی ہوں۔''

''نہیں آپ بیٹھیں' میں لاتی ہوں۔'' نتھی نے انہیں منع کیا اور خود جانے لگی تو زیبا نے کراہتے ہوئے روکا۔

''نہیں' دل نہیں چاہ رہا' قے آ جائے گی۔''

''چلو' تھوڑی دیر میں پی لینا۔'' نتھی اس کا ہاتھ تھام کر قریب بیٹھ گئی۔

''صفدر کو فون کر دیتیں' وہ پہنچ جاتا' گاڑی میں لے آتا۔''

''ہاں' بس پریشانی میں خیال نہیں آیا۔'' نتھی نے جلدی سے کہا۔

''زخم کتنا گہرا ہے۔''

''خالہ جان' دو ٹانکے آئے ہیں۔''

''آئے ہائے' میرے چاند کے چہرے پر کس کی نظر لگ گئی۔'' جہاں آرا نے اس کی بلائیں لیتے ہوئے کہا۔

''بس ایسا ہی لگتا ہے۔'' نتھی ٹال گئی' انہیں کیا بتاتی کہ جس شخص نے اس کی پیشانی پر گھاؤ لگایا ہے وہ پہلے اس کی روح تک زخمی کر چکا ہے' مگر یہ وہ صرف سوچ کر رہ گئی۔ ان کو تو ٹال دیا تھا' اب اگلا مرحلہ صفدر کا تھا جسے بتانا بہت مشکل تھا' یہ عجیب سا واقعہ کیسے رونما ہو گیا؟ جہاں آرا عبدالصمد کی آواز پر اٹھ کر باہر گئیں تو نتھی نے اسے پوچھا۔

''صفدر بھائی کو کیا بتائیں گے؟''

''انہیں میری ذات سے کیا دلچسپی؟''

''یہ ماتھے کا زخم' پٹی سب اور بات ہے' وہ ضرور پوچھیں گے۔'' نتھی نے کہا۔

''تو سچ بتانا ہے۔''

''وہ تو بہت خفا ہوں گے۔''

''نہیں' اپنے دوست کی جرأت پر خوش ہوں گے۔'' زیبا نے طنز کیا۔

''کیا مطلب؟''

''یہی کہ اپنے دوست کو تو وہ فیور ہی کرتے ہیں۔''

''پتا نہیں کیا ہوگا۔''

''تم گھر جاؤ' اماں اکیلی پریشان ہو رہی ہوں گی۔''

''ہنہ' مگر تمہیں چھوڑ کر جانے کو دل نہیں چاہ رہا۔''

''نہیں...... جاؤ میں ٹھیک ہوں اور اماں کو کچھ نہ بتانا۔''

''ٹھیک ہے' لیکن سوچ رکھو کہ صفدر بھائی کو کیا بتانا ہے؟''

''کہا ناں...... کہ سچ بتاؤں گی۔''

''دیکھ لو۔''

''وہ خود بھی تو بتا سکتا ہے' صفدر کے رابطے میں ہے۔''

''عجیب بات ہے۔'' نتھی نے کہا۔

''صفدر کو مجھ سے نہیں دوست سے محبت ہے۔''

''اخاہ......'' ننھی افسردہ سی بڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔
صفدر کی کمپنی نے بونس اناؤنس کیے تو صفدر کو سب سے زیادہ بونس دیا گیا۔ بڑی مدت بعد وہ بہت خوش ہوا۔ آفس سے باہر نکلتے ہوئے اس نے امی کے لیے شاندار سوٹ خریدا' عبدالصمد کے لیے کپڑے اور کھلونے لیے' پھر عارض کے خیال سے گرم سوٹ کٹوالیا' مٹھائی خریدی مگر پھر کافی مضطرب سا ہو کر گاڑی کی طرف بڑھا' خوشی کی ہر خبر سب سے پہلے وہ عارض سے شیئر کرتا تھا' آج پہلا موقع تھا کہ وہ عارض کا سوچ کر بھی اس سے بنا ملے گھر پہنچ گیا۔
سب خریداری ٹی وی لاؤنج میں میز پر رکھ دی۔ جہاں آرا ٹی وی پر خبریں دیکھنے میں منہمک تھیں' عبدالصمد ان کے قریب صوفے پر بیٹھا بسکٹ سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اسے دیکھ کر جہاں آرا نے ٹی وی بند کر دیا' وہ صوفے کی پشت پر سر ڈال کر آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا تو وہ خریداری کے شاپرز دیکھتے ہوئے بولیں۔
''یہ سب کیا ہے اور خیریت تو ہے؟''
''جی یہ آپ کے' عبدالصمد کے لیے ہے اور یہ مٹھائی ہے' منہ میٹھا کریں' میری کمپنی نے بونس دیا ہے۔'' وہ سب چیزیں ایک طرف کر کے رکھتے ہوئے عارض کے لیے خریدا ہوا سوٹ دوسری طرف رکھنے کے بعد چپ ہو گیا۔
''خوشی کی خبر ایسے دیتے ہیں اور یہ زیبا کے لیے ہے؟'' انہوں نے دوسرے پیکٹ کی طرف اشارہ کیا۔
''یہ کسی دوست کا ہے۔'' وہ دھیرے سے بولا۔
''عارض کے لیے۔'' وہ غیر ارادی طور پر کہہ گئیں۔
''جی......جی میں آتا ہوں' آپ مٹھائی بھی کھائیں۔'' وہ افسردہ سا اٹھ کر جانے لگا تو جہاں آرا نے کہا۔
''زیبا کے لیے کچھ نہیں لائے؟''
''امی......اسے میری چیزوں کی ضرورت ہے کیا؟''
''ہیں......!''
''امی میں فریش ہو کر آتا ہوں۔''
''اس بیچاری کو تو پہلے ہی چوٹ لگی ہے' اگر اس کے لیے بھی کچھ لے آتے تو خوش ہو جاتی۔ مگر اس سے تو تمہیں دشمنی ہے۔'' وہ بولیں' تو وہ چونکا۔
''چوٹ؟''
''ہاں......جا کر دیکھو۔'' انہوں نے بتایا تو وہ اور کچھ پوچھے بغیر ہی کمرے میں آ گیا۔ وہ سچ مچ بیڈ پر تھی۔ ماتھے پر پٹی بندھی ہوئی تھی' وہ آنکھیں بند کیے لیٹی تھی' اسے تجسس ہوا کہ کیسے' کیوں؟ مگر انا آڑے آ گئی تو لاتعلقی سے واش روم میں گھس گیا۔ چاہتے ہوئے بھی اس کا حال احوال نہیں پوچھ سکا۔ فریش ہو کر باہر نکلا تو وہ اٹھ بیٹھی تھی۔ سفید دوپٹہ سینے پر پھیلائے بے ترتیب بالوں کے ساتھ۔ وہ چونکا' پوچھنا پڑا۔
''کیا ہوا؟''
''چوٹ لگی ہے۔''
''یہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں۔''
''تو اور کیا بتاؤں؟''
''کیسے لگی؟''
''آپ کو نہیں پتا۔'' طنز سے بھرا لہجہ تھا۔
''مجھے الہام نہیں ہوتا۔'' وہ بال برش کرتے ہوئے بولا۔
''میرا خیال تھا کہ آپ کے عزیز دوست نے بتا دیا ہوگا۔''
''کیا مطلب؟'' وہ پلٹا۔

''اپنے عزیز دوست سے پوچھ لیجیے گا۔'' وہ بولی۔

''کیا؟''

''یہی کہ وہ کس قدر گھٹیا ہے، سامنا نہیں کرسکا تو دھکا دے دیا۔'' وہ نفرت سے بولی۔

''کیسی پہیلی ہے یہ؟'' وہ روبرو آ گیا۔

''یہ سچ ہے۔'' وہ تڑخ کر بولی۔

''تم صاف بات نہیں کرسکتیں۔'' وہ چلایا۔

''آپ کے پیارے دوست سے میں نے حساب مانگا تو وہ بھڑک اٹھا۔ مجھے دھکا دیا۔ یہ زخم شہادت ہے آپ کے دوست کی۔'' وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ صفدر کو حیرت کی دنیا میں تنہا بھٹکنے کو چھوڑ کر۔

❀......❀......❀......❀

ایک گھنٹے میں پوری چھ سگریٹ پھونک کر وہ سرتاپا دھواں ہی دھواں بن چکا تھا۔ نہ کھانے کا ہوش اور نہ پینے کا ہوش۔ زیبا کھانے کی ٹرے لے کر آئی تو وہ اس پر بھوکے شیر کی طرح ٹوٹ پڑا۔ گردن مضبوط ہاتھ میں دبوچ کر دانت کچکچا کر بولا۔

''تم...... تم فساد ہو، جھگڑالو، تم نے زندگی اجیرن بنادی، تم ہی کو ماردینا چاہیے۔ تم نے مجھے انسان سے وحشی بنادیا ہے۔ بولو کیوں گئی تھیں عارض کے پاس اور پھر اس نے یہ سلوک کیوں کیا؟ تمہارے شکنجے میں نہیں پھنسا، تمہارا فریب نہیں برداشت کیا، تو یہ داغ دے کر بھیج دیا۔ عارض سچا ہے، وہ میرا دوست ہے، وہ غلط نہیں، تم غلط ہو، اپنے عاشق کا گناہ میرے دوست کے سر منڈھنا چاہتی ہو۔ جھوٹی ہو، فریبی ہو تم۔'' پوری شدت سے وہ چیختے ہوئے بولا۔ گردن پر سخت دباؤ کی تکلیف سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

''چھوڑو مجھے...... چھوڑو۔'' وہ بلبلائی۔

''آج یہ قصہ پاک کرکے جان چھڑاؤں گا۔'' وہ اور زور سے چیخا۔

''مارڈالو، گلا دبادو میرا، میری بھی جان چھوٹے۔'' وہ بے بسی سے مزاحمت چھوڑ کر بولی۔

''دل تو یہی چاہتا ہے، تم جیسی کو عبرت کا نشان بنادوں۔'' وہ گرجا۔

''ہاں...... مجھ پر ہی بس چلتا ہے، وہ جھوٹا، مکار و شاطر ہے، میری بات پر اعتبار کیوں نہیں کرتے؟'' وہ پھوٹ پھوٹ کے رودی۔ باہر جہاں آرا کے کانوں میں آواز پہنچی تو وہ جلدی سے اندر آ گئیں۔

''صفدر......؟'' وہ اس کی گردن دبوچے دیکھ کر چیخیں۔ صفدر نے گردن جلدی سے چھوڑ دی۔ زیبا صوفے پر بیٹھ کر رونے لگی۔

''یہ سب کیا ہے؟'' وہ مشتعل ہوکر بولیں۔

''یہ سب کیا ہے؟'' صفدر نے اس کی چوٹ کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔

''بتایا تو تھا کہ چوٹ لگی ہے۔'' وہ بولیں۔

''چوٹ، میں بھی دیکھ رہا ہوں، یہ پوچھیں کس نے لگائی؟'' وہ چلایا۔

''کیا مطلب؟ گرگئی تو......''

''ہنہ...... گرگئی یا گرائی گئی۔'' وہ طنز سے گھور کر بولا۔

''کیسی باتیں کررہے ہو؟'' جہاں آرا کچھ نہ سمجھیں۔

''میں تھک گیا ہوں، میں تھک گیا ہوں۔'' وہ سر کے بال اپنی مٹھیوں سے نوچتے ہوئے غم و غصے کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا۔ تب جہاں آرا نے اسے روتا بلکتا دیکھ کر گلے لگا کر پشت تھپکی۔

''اسے کیا ہوگیا ہے؟'' سوال سرگوشی میں تھا، مگر زیبا کے دل میں اتر گیا۔

''یہ ایسے تو نہیں کرتا تھا۔'' انہوں نے خود سے الگ کرتے ہوئے کہا اور خاموشی سے خود بھی کمرے سے چلی گئیں۔ تو

غزل

سمندر میں اترتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
تیری آنکھوں کو پڑھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
تمہارا نام لکھنے کی اجازت چھن گئی جب سے
کوئی بھی نام لکھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
نہ جانے ہوگیا ہوں میں اس قدر حساس کب سے
کسی سے بات کرتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
وہ سب گزرے ہوئے لمحات مجھ کو یاد آتے ہیں
تمہارے خط جو پڑھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
تیرے کوچے سے اب میرا تعلق واجبی سا ہے
مگر جب بھی گزرتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
ہزاروں موسموں کی حکمرانی ہے میرے دل پر
وصی میں جب بھی ہنستا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

ثانیہ جہاں......سیالکوٹ‘ ڈسکہ

زیبا سر کی پٹی نوچ کے اتارتے ہوئے اور شدت سے رونے لگی۔

”ہاں! میں جھوٹی ہوں‘ میں فریبی ہوں۔“ اس کی سسکیوں میں ڈوبی آواز باہر دروازے سے لگی جہاں آرا بیگم نے واضح طور پر سنی۔

......☆☆☆......

جو کچھ ہوا اس کا اسے بہت افسوس ہو رہا تھا۔ جو کچھ ہوا بہت اچانک اور غصے میں ہوا تھا۔ صرف اس کے ذہن میں صفدر کا نام گونج رہا تھا۔ صفدر کے لگائے ہوئے الزامات میں اتنی صداقت تو ضرور تھی کہ اس کی بیوی نے اسے یہی بتایا تھا جس کی وجہ سے وہ خود بھی سامنے آ گئی تھی۔ مگر وہ تو پہلی بار اس سے ملا تھا‘ پہلی بار اسے دیکھا تھا۔

”یا خدا! مجھے معاف کرنا‘ میں نے کیا کر ڈالا...... کچھ بھی تھا مجھے بات سننی چاہیے تھی۔ میں نے تشدد آمیز سلوک کیوں کیا؟ اگر وہ بھابی تھیں تو صفدر کیا سوچتا ہوگا؟ اب کیا کروں؟“ وہ سخت ذہنی اذیت میں مبتلا ہو کر لان میں ٹہلنے لگا‘ مگر احساس شرمندگی اور ناکردہ گناہ کے احساس سے کچھ سکون حاصل نہیں تھا۔ صفدر کی طرف سے کوئی بھی شدید ردعمل ہو سکتا تھا۔

”یا اللہ...... میں کیسے صفدر سے رابطہ کر کے اسے بتاؤں کہ میرا ان سے کوئی رابطہ کبھی نہیں رہا۔ مجھے نہیں معلوم یہ مجھ پر ایسا الزام کیوں لگا رہی ہیں؟ شرمین سے مدد لی جائے شاید وہ صفدر سے رابطہ کر لے۔“ اس نے سوچا اور اندر کمرے میں آ گیا۔ فون کمرے میں ہی تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد نمبر ملایا مگر دوسری طرف سے فون کاٹ دیا گیا۔ پھر اس نے وال کلاک پر نگاہ ڈالی تو رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ سونے کے خیال سے فون میز پر رکھ کر بیٹھا ہی تھا کہ باہر گیٹ پر صفدر کی گاڑی کا ہارن سن کر چونکا۔ وہ شاید خود آ گیا تھا۔ وہ ذہنی طور پر تیار ہو کر کمرے سے باہر آیا۔ صفدر بڑے جارحانہ انداز میں اندر آیا اس کے بالکل مدمقابل۔ آنکھوں میں شعلے تھے اور چہرے پر رنج و ملال‘ جبکہ وہ خود عجیب سی کیفیت سے دوچار تھا۔

”میں دیکھنے آیا ہوں کہ ایک بزنس مین کی مردانگی کیا ہے؟ عورت پر تشدد گناہ کی تلافی کے لیے طاقت کا استعمال۔“ صفدر بولا۔ تو اسے دلی طور پر رنج ہوا۔

”اچھی طرح دیکھ لو‘ بہت اچھا کیا کہ آ گئے‘ کیونکہ میں بہت تنہا پڑ گیا تھا‘ ندامت محسوس کرتے ہوئے۔“ عارض نے بڑے تحمل سے جواب دیا۔

''تو ندامت محسوس کرلی تم نے۔'' صفدر طنز سے مسکرایا۔
''ہاں! اگر وہ تمہاری بیوی ہیں تو مجھے دھکا نہیں دینا چاہئے تھا۔''
''باقی تو تم نے میری بیوی کے ساتھ قابل تحسین حرکت کی ہے۔''
''صفدر! مجھے غصہ آجائے گا۔'' عارض پھر جذباتی ہوا۔
''آجانے دو' کچھ تو حقیقت دنیا کے سامنے آئے گی' میرا گھر اجڑے گا تو یہ محل بھی تباہ ہوگا۔'' صفدر نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔
''صفدر! میں نے بھابی کے ساتھ ایسا کچھ نہیں کیا' بلکہ کسی لڑکی کے ساتھ بھی ایسا نہیں کیا' تمہارا دوست اتنا گھٹیا نہیں ہوسکتا۔'' عارض نے کچھ نرمی سے کہا۔
''یہی تو حیرت ہے کہ میرا دوست میری عزت کا قاتل نکلا۔''
''میں نے کچھ نہیں کیا' مجھے نہیں معلوم بھابی ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟'' عارض چلا اٹھا۔
''وہ کیوں جھوٹ بولے گی؟ میں نے اس سے اس کے مجرم کا نام پوچھا تھا' اس نے تمہاری فوٹو البم میں دیکھ کر ایک دم پہچان لیا۔'' صفدر بھی چلایا۔
''صفدر! میری بات کا یقین کرو۔''
''ایک عورت اپنے مجرم کو فوراً پہچان لیتی ہے۔''
''میں مجرم نہیں' جھوٹ بولتی ہیں بھابی۔''
''تو سچ کیا ہے؟''
''مجھے نہیں پتا' مگر اتنا خیال کرلو کہ میں نے کسی لڑکی کو کبھی چھوا تک نہیں۔''
''اسی لیے نیویارک سے لے کر یہاں تک تمہارے افسانے ہی افسانے ہیں۔''
''افسانے ہیں' حقیقت نہیں۔''
''حقیقت تسلیم کرلو تو بہتر ہے۔''
''صفدر یار! تم کیسے میرے دوست ہو کہ تم مجھ پر شک کررہے ہو۔'' عارض نے بڑی نرمی سے شکوے کا انداز اختیار کیا تو وہ بھی نرمی سے بولا۔
''خدا کرے میرے شک کو کبھی یقین کی منزل نہ ملے۔''
''میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں' بھابی کی غلط فہمی دور کردیتا ہوں۔'' عارض نے کہا۔
''نہیں' مجھے اپنے گھر میں یہ تماشا نہیں لگانا' میں زیبا کو یہاں صبح ہوتے ہی لاؤں گا۔'' صفدر کی بات میں دوست کے لیے گنجائش موجود تھی۔
''ٹھیک ہے' اگر میں مجرم ہوں تو مجھے اپنے ہاتھوں سے ماردینا۔'' عارض نے بڑی سچائی سے کہا اور صفدر کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔ صفدر نے دھیرے سے ہاتھ ہٹایا اور باہر نکل گیا۔ مگر ساری رات میں سے چند گھنٹے بچے تھے وہ بھی اس نے سڑک پر گزار دیے۔

❁ ❁ ❁ ❁
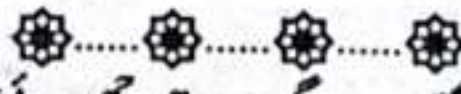
ساری رات گھر سے باہر رہنے کے بعد علی الصبح جب وہ گھر پہنچا تو سوجھی ہوئی آنکھوں کے ساتھ چہرے پر تناؤ' غصہ اور تھکن ہی تھکن تھی۔ جہاں آرا نے دانستہ دیکھ کر خاموشی اختیار کی اور وہ ان کا سامنا کرنے کے بعد سیدھا کمرے میں آگیا۔ زیبا قرآن پاک کی تلاوت کررہی تھی۔ عبدالصمد بیڈ پر سویا ہوا تھا۔ وہ صوفے پر گرگیا۔ زیبا نے توجہ کی مگر پھر تلاوت میں مشغول رہی۔ کچھ دیر بعد فارغ ہوئی تو وہ نیند کے جھٹکے لے رہا تھا۔
''سنیے! آپ بیڈ پر سوجائیں۔'' وہ دھیرے سے سرہانے کھڑی ہوکر بولی۔ تو اس نے سرخ انگارہ آنکھیں ہلکے سے

زبان کا ڈر

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈر کس کا ہونا چاہیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اس کا اور ساتھ ہی فرمایا۔ خوش کلامی جنت اور بد کلامی دوزخ کی نشاندہی کرتی ہے۔

(بشریٰ باجوہ عطاریہ۔ اوکاڑہ)

کھولیں اور بولا۔

"ہنہ...... بیڈ پر یا کانٹوں کے بستر پر۔"

"خیریت تو ہے۔" زیبا ٹال گئی۔

"خیریت تو اس روز اس گھر سے رخصت ہوگئی تھی جس روز تم نے قدم رکھا تھا۔" وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔

"خدارا...... بس کردیں، میں سنتے سنتے تنگ آ گئی ہوں۔" زیبا کو غصہ آ گیا۔

"اور میں...... میں کیا کروں؟ میں بھی تنگ آ گیا ہوں۔" وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تنگ تو آپ پہلے دن سے آ گئے تھے۔"

"میرے ساتھ چلنا ہوگا۔" وہ بولا۔

"کہاں؟"

"اس کے پاس جو بقول تمہارا مجرم ہے۔"

"مجھے کہیں نہیں جانا۔"

"کیوں...... من میں چور ہے؟"

"نہیں، میں اس کم ظرف کو دیکھنا بھی نہیں چاہتی۔"

"جب کہ وہ یہاں آنے کو تیار ہے۔"

"تو آ جائے۔"

"یہاں میں اپنی ماں کو کوئی صدمہ نہیں دینا چاہتا۔ تم ابھی میرے ساتھ چلوگی۔" وہ تحکم سے کہہ کر واش روم میں گھس گیا اور وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے صرف چھت کی طرف دیکھنے لگی، گویا آسمان کی طرف نظریں لگا دیں۔

"تو ہی رب ہے، تو ہی میری بے گناہی کا شاہد ہے، تو ہی مجھے سرخرو کر۔" اس نے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں اور ناشتہ بنانے کی غرض سے کچن کی طرف آ گئی۔ مگر وہ طوفان کی مانند آیا اور اسے کلائی سے تھام کر باہر لے آیا۔ جہاں آرا کو بنا بتائے ہی اسے گاڑی میں بٹھایا اور بجلی کی سے رفتار سے گاڑی گیٹ سے نکال لے گیا۔

اس نے کوئی پروا نہیں کی کہ عبدالصمد سویا ہوا ہے۔ جاگ گیا تو کیا ہوگا؟ امی کو بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا، انہیں کتنی فکر ہوگی؟ اس کے ذہن پر اس وقت صرف ایک ہی بھوت سوار تھا کہ زیبا کو عارض کے سامنے جا کھڑا کرے اور اب سب کچھ واضح ہو جائے۔ اس کی برداشت جواب دے گئی تھی۔ وہ عارض کو کہہ کر آیا تھا کہ اب یہ معمہ حل کر کے رہوں گا۔ جس نہج پر حالات آئے تھے اس پر دل دھڑک رہا تھا کہ حقیقت کیا ہوگی؟ کیونکہ عارض کے مسلسل انکار پر وہ اسے گناہ گار ماننے کو راضی نہیں تھا۔ مگر زیبا کا کہنا اور عارض کو دیکھ کر مشتعل ہونا اس کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور تھی۔

❀...... ❀...... ❀...... ❀
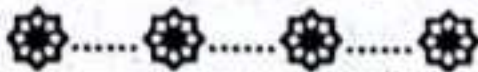
ٹی وی لاؤنج میں صفدر اور زیبا عارض کے منتظر تھے۔ وہ سلیپنگ گاؤن میں الجھے الجھے بالوں کے ساتھ وہاں آیا اور ان دونوں کے روبرو کھڑا ہوگیا۔ صفدر نے فوری طور پر زیبا کی طرف دیکھا وہ خونخوار نگاہوں سے عارض کو گھور رہی تھی۔ جبکہ

عارض اس کے ماتھے کے زخم کو دیکھ کر شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔
''عارض! یہ ہے غلطی سے میری بیوی اور تمہاری بھابی زیبا۔''
''میں شرمندہ ہوں کہ مجھے غصہ آ گیا تھا'' عارض نے ماتھے کے زخم کے حوالے سے کہا۔ جبکہ صفدر چلا اٹھا۔
''ڈرامے بازی بند کرو، اسے اس کے سوالوں کے جواب دو۔''
''بولیں......'' وہ آرام سے بولا۔
''تم اتنے بھولے اور معصوم بن کر کس کو دھوکہ دے رہے ہو؟''
''کسی کو نہیں، میں نے کسی کو دھوکہ نہیں دیا'' عارض نے کہا۔
''زیبا...... جو کہنا ہے فوراً کہو'' صفدر کو غصہ آ گیا۔
''تم مجھے برباد کر کے اجنبی کیسے بن سکتے ہو؟'' زیبا نے عارض سے براہ راست پوچھا۔
''بھابی!'' وہ بولتے بولتے رکا۔
''ہوں بھابی، تم وہ رات کیسے بھول سکتے ہو جب تم نے سرد رات میں اپنی ہوس کا شکار بنا کر مجھے کوڑے کے ڈھیر پر پھینکنے کا حکم دیا تھا۔ بھول گئے۔''
''کیا مطلب؟'' عارض نے حیرت سے دیکھا۔
''میں آپ کو پہلی بار دیکھ رہا ہوں اتنے قریب سے، باہر مارکیٹ میں دیکھا تھا'' وہ بڑی صداقت سے بولا۔
''تو گویا تم زیبا کے عاشق نہیں......'' صفدر نے طنزیہ ہنسی کے ساتھ پوچھا۔
''صفدر...... یار فضول بات نہ کرو، تم تو میری بات سمجھو، میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔'' وہ مسکین سی صورت بنا کر بولا۔
''بولیں آپ، کیا آپ کا میرا رابطہ تھا......؟'' عارض افسردہ اور پریشان تھا۔
''زیبا...... یہ کون تھا؟'' صفدر کو غصہ آ گیا۔
''میں آصف سے پیار کرتی تھی اور آصف بہانے سے مجھے اپنے فیکٹری والے اسٹور میں لے گیا تھا۔ وہاں سے ہم کہاں گئے یہ مجھے نہیں پتا۔''
''صبح سے کچھ پہلے میں ہوش میں آئی تو صورت میں نے تھوڑی سی روشنی میں بھی پہچان لی تھی۔ بولو تم نے کمرے سے نکلتے ہوئے ملازموں کو نہیں کہا تھا کہ آصف کو کہو یہ گند اٹھا کے کوڑے کے ڈھیر پر پھینکے۔''
''بولو تم نہیں تھے......؟ آصف تمہارا بندہ تھا......'' وہ بولتے بولتے رونے لگی۔ اور اسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں جیسی حالت ہو گئی۔ اس کے لب ہلے
''آ...... آصف......''
''ہاں! آصف، وہ کون تھا؟'' زیبا چیخی۔
''آصف کو آپ کیسے جانتی تھی؟'' عارض نے پوچھا۔
''سنا نہیں، وہ ہماری بیگم کے محبوب تھے اور شاید ہوں بھی۔'' صفدر کو زیبا ہی زیادہ گناہ گار لگی۔ اس لیے اس نے بڑے تیکھے لہجے میں کہا۔ زیبا شرمندہ سی ہو کر بولی۔
''مجھے اس دھوکہ باز کی محبت پر یقین آ گیا تھا، وہ ہمارا کرائے دار تھا۔''
''وہ آصف...... ہمارا ملازم تھا اور ہے، ہمارے فارم ہاؤس پر ہوتا ہے۔ آپ کو وہ ہی فارم ہاؤس لایا تھا۔ اور جو بھی گناہ کیا اس نے کیا تھا'' بتاتے ہوئے عارض کی نظریں زمین میں گڑی تھیں۔ مارے خجالت کے وہ پلکیں نہیں اٹھا پا رہا تھا۔
''مگر گناہ گار تم ہی تھے، میں نے تمہیں خود دیکھا تھا۔'' زیبا کو غصہ آ گیا ایک بار پھر اس کا گریبان مٹھی میں لے لیا۔
''صفدر میرا یقین کرو، آصف کو میں نے بہت بے عزت کر کے نکالا تھا۔ میں نے اس کے بھاگ جانے کے بعد کمرے میں قدم رکھا تھا۔''

ہم نے سنا ہے

❁ سنا ہے جنگلوں کا بھی کوئی دستور ہوتا ہے۔
❁ سنا ہے شیر کا جب پیٹ بھر جائے تو وہ حملہ نہیں کرتا۔
❁ سنا ہے ہوا کے تیز جھونکے جب درختوں کو ہلاتے ہیں تو "مینا" اپنے گھر کو بھول کر "کوے" کے انڈوں کو پروں میں تھام لیتی ہے۔
❁ سنا ہے گھونسلے سے جب کوئی بچہ گرے تو سارا جنگل جاگ جاتا ہے۔
☆ سنا ہے کوئی پل ٹوٹ جائے اور سیلاب آ جائے تو کسی لکڑی کے تختے پر گلہری، سانپ، چیتا اور بکری ساتھ ہوتے ہیں۔
☆ خدائے منصف و اکبر میرے ملک میں اب جنگلوں کا ہی کوئی دستور نافذ کر۔

(شگفتہ خان۔ بھلوال)

"مجھے ملازمین نے بتایا تو میں بستر سے اٹھ کر اس کمرے میں آیا اور میں اچانک اس رات فارم ہاؤس آیا تھا۔ پلیز میری بات کا یقین کرو۔ صفدر تم میرے دوست ہو۔"

"صفدر...... یہ جھوٹ بول رہا ہے، آصف اس کا آلہ کار تھا۔ صفدر میں سچ کہہ رہی ہوں۔" زیبا نے صفدر کی پیشانی پر نفرت کی سلوٹیں دیکھ کر اس کو یقین دلانا چاہا۔ مگر صفدر نے اس کو نظر انداز کر کے عارض سے فقط اتنا کہا۔

"عارض! ان کے عاشق کو پہلی فرصت میں بلواؤ۔"

"صفدر!" زیبا نے کچھ کہنا چاہا مگر صفدر نے سختی سے ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور کہا۔

"چلو میرے ساتھ۔"

"صفدر! یہ جھوٹ......"

"زبان کاٹ کر پھینک دوں گا۔" صفدر نے حقارت سے کہا اور کھینچتا ہوا اسے باہر لے آیا۔ گاڑی میں پٹخا اور تیزی سے گاڑی گیٹ سے باہر نکال لے گیا۔

❁......❁......❁......❁
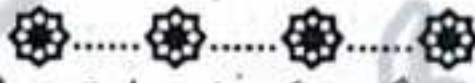
وہ آفس پہنچی تو بہت اہم مسئلے پر متعلقہ شعبے کے لوگ میٹنگ کے لیے جمع ہو گئے۔ وہ اپنی ڈائری کے مطابق تیاری کے ساتھ میٹنگ کے لیے ہال میں پہنچی تھی۔ فیکٹری میں ایک نئے یونٹ کے بنانے کی ضرورت تھی، اس حوالے سے اسے بریفنگ دی جانی تھی۔

مگر کشف کے بار بار فون کال کی وجہ سے وہ کچھ دیر بار بار سیل فون سے کال کاٹتی رہی...... پھر کچھ دیر بعد اسے فون بند کرنا پڑا۔ مگر جونہی وہ میٹنگ سے فارغ ہوئی تو آفس میں آ کر سیل فون آن کیا۔ کشف کے دو میسجز اوپر تلے موجود تھے۔

"ہیلو...... شرمین پلیز کال می۔" دوسرا میسج تھا۔

"شرمین! تم فون بند کر کے کب تک جان چھڑاؤ گی؟"

"مجھے آج اذان کو لے کے جانا ہے، عبدالہادی کی سال گرہ ہے۔" شرمین کا دماغ درد سے پھٹنے لگا۔ ایک تاسف بھری لمبی سانس بھر کے اس نے کشف کا نمبر ڈائل کیا۔

"کشف! میں نے فون اپنی مصروفیت کی وجہ سے آف کیا تھا۔ اور میں کیوں تم سے جان چھڑاؤں گی؟" اس نے کشف کے فون اٹینڈ کرتے ہی خود اٹیک کر دیا۔

"تاکہ اذان تمہارے پاس رہے۔"

"دیکھو...... اذان میرے پاس اپنے ڈیڈی کی وصیت کے مطابق ہے۔ میں نہ اذان کو جانتی تھی اور نہ مجھے پاس رکھنے کا شوق تھا۔" اس نے اپنی فطرت کے برعکس لہجہ بہت سخت اختیار کیا۔ کشف کو پتنگے لگ گئے۔

''کیا ہوگیا ہے تمہیں! تم اتنی زبان چلانے لگی ہو۔''

''کشف...... میں اب مجبور کردی گئی ہوں، مجھے کوئی لالچ اور غرض نہیں تم نے میری زندگی اجیرن کردی ہے اور میں کیا کروں؟''

''میں ایسا کیوں کروں گی......؟'' کشف بولی۔

''پلیز......کشف مجھے سکون سے رہنے دو۔''

''مطلب ہمارا بھتیجے پر کوئی حق نہیں، ارے میرے بیٹے کی سال گرہ ہے اذان آجائے گا تو کیا حرج ہے؟''

''میں مزید اس وقت کچھ کہنا نہیں چاہتی۔'' شرمین نے بے بسی سے کہا۔

''تو نہ کرو بحث، میں گاڑی بھیجتی ہوں اذان کو بھیج دو۔'' کشف نے دوٹوک لہجے میں آرڈر دیا اور فون بند کردیا۔ شرمین کو بہت افسوس ہوا۔ اس نے کہیں پڑھا تھا کہ۔

''دو چیزیں انسان کی پہچان بنتی ہیں...... اس وقت کیا گیا صبر جب انسان کے پاس کچھ نہ ہو اور دوسرا اس کا رویہ جب اس کے پاس سب کچھ ہو۔'' یہ سوچ کر اسے کافی تسکین سی محسوس ہوئی...... مگر کشف کی بات مانے بنا کوئی چارہ نہ تھا۔ اور اذان کو بھیجنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اس کے اطراف میں بس مشکلات ہی مشکلات تھیں، دکھ ہی دکھ تھے۔ عارض کا تھپڑ اسے شدید درد دے رہا تھا، کشف کے طنزیہ جملے جگر چھلنی کررہے تھے۔

❁......❁......❁......❁
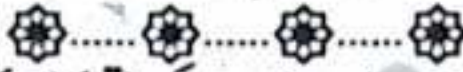
اسے گھر چھوڑ کر وہ عجلت میں تیار ہوکر آفس کے لیے چلا گیا تھا۔ کسی قسم کی کوئی بات کیے بنا، زیبا کو کچھ وحشت سی اس کی آنکھوں میں صاف محسوس ہوئی تھی۔ دل ڈر سے بھر گیا تھا۔ جہاں آرا نے تیکھے تیوروں کے ساتھ اس کی کلاس لی۔

''کہاں گئے تھے دونوں؟ معصوم بچے کو کمرے میں تنہا چھوڑ کر اور مجھے بتانے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی۔''

''امی بس صفدر کو جلدی تھی۔'' وہ ٹال گئی، مگر وہ مطمئن نہ ہوئیں۔

''کیا جلدی تھی......کہاں جانا تھا؟''

''بس ایسے ہی سڑکوں پر پھر پھرا کر آگئے۔'' وہ اور کیا بتاتی۔

''دیوانے ہوگئے ہو، صبح سویرے منہ اٹھا کر سڑکیں ناپنے چل دیے۔'' وہ غصے میں بولیں۔

''امی...... آپ صفدر سے پوچھیے گا۔'' وہ یہ کہہ کر کچن میں آگئی۔ سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ چائے کی اشد ضرورت تھی۔ مگر ذہن تو کہیں اور ہی بھٹک رہا تھا۔

آج ننھی کی مہندی تھی۔ ننھی نے اماں نے اسے صبح آنے کو کہا تھا۔ مگر وہ تو گرداب میں پھنسی تھی۔ اسے عارض کی بات پر ہرگز یقین نہیں آیا تھا۔ جبکہ صفدر کو اس کی بات پر سو فیصد یقین تھا۔ آصف کی حد تک تو اس نے ٹھیک کہا تھا، مگر اس نے کمرے کے دروازے سے روشنی جو آرہی تھی وہاں کھڑے عارض کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیا تھا۔ وہ آج تک اسے نہیں بھول پائی تھی۔ اسے پامال کرکے وہ گند کا ڈھیر کہہ رہا تھا۔

''نہیں، تم جھوٹے ہو، بالکل جھوٹے۔'' وہ بڑبڑائی۔ بے وجہ کی اذیت تھی ناسمجھی کا فریب جس نے اس کی زندگی کو جہنم میں تبدیل کردیا تھا۔

''آصف...... اللہ تمہیں غارت کرے۔'' موٹے موٹے آنسو رخسار پر پھسل گئے۔ چائے کپ میں ڈال کر کمرے میں آگئی۔ ننھی کا فون آرہا تھا۔ اس نے کال اٹینڈ کرکے خود ہی کہہ دیا۔

''ننھی......میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میں نہیں آرہی۔''

''کیا مطلب؟ برائے نام مہندی اور نہ ہونے کے برابر مہمان، کیا تم ایسا کرو گی؟'' ننھی نے خفگی سے کہا۔

''میں ایسا ہی کرسکتی ہوں، کیونکہ میں جہنم میں ہوں، مجھے زندہ اور نارمل نہ سمجھو۔'' زیبا رو دی۔ ننھی پریشان ہوگئی۔

''کیا ہوا ہے؟ بتاؤ......''

رشتے، رابطے

- دنیا میں صرف تین رشتے کھرے ہیں، ماں، عشقِ الٰہی اور حُبِ رسولؐ۔ باقی ہر رشتہ مصلحت، مطلب، منافقت اور تجارت کا ہے۔
- دوستوں، عزیزوں کا بُرا سلوک بھی آپ کے لیے ایک خزانے سے کم نہیں ہے۔ اسے سنبھال کر رکھیں۔ یہ بہت سے موقعوں پر بہ وقت فیصلہ آپ کے کام آئے گا۔
- پیار کسی بھی رشتے میں ہو، اگر اس کا اظہار کسی سطح پر نہیں ہو رہا تو ایسے پیار کا سرے سے وجود ہی نہیں۔
- کیا یہ قیامت نہیں ہے کہ دنیا ایک دوسرے کے رشتے داروں سے بھری پڑی ہے۔ لیکن رشتے مر گئے ہیں۔
- میں نے دو طرح کے لوگوں سے دھوکا کھایا ہے ایک وہ جو میرے اپنے نہیں تھے اور ایک وہ جو میرے، بہت اپنے تھے۔

(حریم فاطمہ...... کراچی)

''بس کچھ نہیں ہوا، تم اماں کو سمجھا دو کہ میں نہیں آ سکتی......'' اس نے کہا۔

''میں صفدر بھائی کو کہتی ہوں۔''

''کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

''تم خود سوچو، بے شک وہ چار خواتین آئیں گی، مگر اماں کے سوا کون ہوگا؟ کیا سوچیں گی وہ کہ تم کیوں نہیں آئیں، اور کل تو مجھے جانا ہے، تمہیں کل بھی فرصت نہیں ملے گی۔'' نبھی نے کہہ کر فون بند کر دیا اور وہ نڈھال سی ہو کر صوفے پر گر گئی۔ چائے کی پیالی اس کے ہاتھوں میں پکڑی پکڑی ٹھنڈی ہوگئی مگر اسے پینے کا خیال ہی نہیں آیا۔ اس کے حواس پر اب صفدر کا خاموش سنجیدہ سا چہرہ چھایا تھا۔ جس کے پس پشت کچھ اور ہی دکھائی دے رہا تھا۔

❀......❀......❀......❀
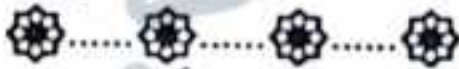
اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ کشف کے کہنے پر اذان کو سالگرہ میں شرکت کے لیے بھیجے یا نہیں۔ اس نے بھول کر بھی اسے ساتھ مدعو نہیں کیا تھا۔ اذان کو تنہا بھیجتے ہوئے وہ گھبرا رہی تھی۔ جب خود سے فیصلہ نہ کر پائی تو صفدر کو فون کرنے کا سوچا، مگر پھر یہ مناسب نہ لگا۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ اذان کی چھٹی کا وقت سر پر آن پہنچا تھا۔ اگر اذان کو بھیجنا تھا تو کوئی گفٹ بھی خرید کر دینا ضروری تھا۔ کیوں نہ خود بھی ساتھ چلی جائے یہ سوچ کر اس نے پی اے کو اپنے جانے کی اطلاع دی اور ہر کام کے لیے کل کا وقت دے دیا۔

اذان کو اسکول سے لینے سے پہلے مارکیٹ سے ایک شاندار گفٹ اور برتھ ڈے کارڈ لیا۔ اذان کو ساتھ لیا اور گھر آ گئی۔

اذان گفٹ دیکھ کر ایکسائیٹڈ ہوگیا۔

''ماما...... یہ کس کے لیے ہے؟''

''بیٹا آپ کے فرینڈ عبدالہادی کے لیے۔'' اس نے کارڈ لکھتے ہوئے جواب دیا۔

''کشف پھوپو کا بیٹا۔'' اذان کے منہ سے ایک دم نکلا تو وہ چونکی۔

''چلو فریش ہو کر کچن میں آؤ، کھانا گرم کرتی ہوں۔'' وہ کافی بیزار سی ہو کر کارڈ وہیں میز پر چھوڑ کر کچن کی طرف آ گئی۔

''نہیں...... نہیں اذان کو اس سے دور رکھنا ضروری ہے۔ ہمیں نہیں جانا چاہیے۔ کشف اذان کو متنفر کرنے کی کوشش میں مصروف ہے، وہ اپنے ناپاک عزائم پورے کرنے کے لیے کچھ بھی اذان کو کہہ سکتی ہے۔'' فریج سے سالن کا ڈونگا نکال کر مائیکرو ویو میں رکھتے ہوئے اس نے سوچا اور پھر مطمئن ہوگئی۔ اذان کچن میں آیا تو اس کے ذہن میں ایک ہی سوال تھا۔

''ماما...... میں کون سے کپڑے پہن کر جاؤں گا؟''

''کہاں......؟'' اس نے توا چولہے پر رکھا اور پیڑے بناتے ہوئے انجان بن گئی۔

''وہ عبدالہادی کی......''

''ہم کہیں نہیں جارہے؟'' روٹی گرم توے پر ڈالتے ہوئے وہ ٹھٹک گئی۔
''کیوں......؟''
''اذان...... ہم نہیں جارہے اور بس......'' اس نے روٹی پلیٹ میں رکھی اور اس کو بڑی سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔
''ٹھیک ہے ماما پھر ہم عارض انکل کے گھر چلیں......'' اذان کو تو بوریت کا علاج چاہئے تھا۔
''نہیں ہم وہاں بھی نہیں جائیں گے۔'' اسے عارض کے ذکر پر مزید غصہ آ گیا۔
''آپ ان سے ناراض ہیں؟''
''ہاں...... کھانا کھاؤ۔'' دوسری اور آخری روٹی پلیٹ میں رکھ کر وہ پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے بولی۔ اذان بالکل خاموش ہوگیا...... پھر ایک دم بولا۔
''اور گفٹ؟''
''گاڑی آئی تو گفٹ بھجوادیں گے۔''
''ماما...... میں سونے جارہا ہوں۔'' اذان نے شکوہ کرتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور تیزی سے کچن عبور کرگیا۔
شرمین کا نوالہ پلیٹ میں رہ گیا۔ وہ سمجھ گئی کہ اذان دلی طور پر جانا چاہتا ہے۔ مگر دوررس نتائج کی پرواصرف اسے تھی۔ اذان نہیں جانتا تھا کہ کشف کیا سوچ رہی تھی۔ وہ بہت پریشان سی ہوکر بنا کھانا کھائے میز سے اٹھ گئی۔

❁......❁......❁

منھی کا فون جب آیا تو اس وقت صفدر ریسٹ روم میں کاؤچ پر پاؤں پھیلائے گہری سوچ میں غرق تھا۔ بادل نخواستہ آنکھیں کھول کر فون کی اسکرین پر نگاہ ڈالی۔ منھی کا نمبر دیکھ کر فون اٹینڈ کیا۔
''السلام علیکم!''
''وعلیکم السلام! صفدر بھائی آج مہندی ہے، زیبا کو تو صبح سے آنا چاہئے تھا، مگر وہ نہیں آرہی۔''
''میں کیا کہہ سکتا ہوں؟'' وہ انجان بن گیا۔
''آج اس کو ہماری طرف ہونا چاہیے......'' منھی نے جتلایا۔
''آپ ایسا کرو، آجاؤ اور اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔''
''مگر وہ راضی نہیں۔''
''اسے کہو کہ وہ جائے۔'' اس نے بڑے دباؤ کے ساتھ جملہ ادا کیا۔
''آپ اور خالہ جان۔''
''میں بہت بزی ہوں...... خالہ جان کے پاس عبدالصمد کو چھوڑ جانا۔'' اس نے کچھ چڑچڑاہٹ کا مظاہرہ کیا۔
''آپ شام کو آجائیں گے نا۔''
''پتا نہیں، میرا مطلب ہے میں بہت مصروف ہوں۔'' صفدر نے یہ کہا اور فون بند کردیا۔ منھی نے تعجب سے کچھ دیر بند فون کو گھورا اور پھر خالہ حاجرہ کو بتانے آ گئی۔
''خالہ جان...... میں زیبا کو لینے جاؤں، صفدر بھائی تو بہت مصروف ہیں۔''
''کیا مطلب؟ تم باہر جاؤ گی مایوں کے جوڑے میں اور زیبا کو تو ایک دو دن پہلے آجانا چاہیے تھا۔'' حاجرہ بیگم نے کچھ برہمی سے کہا۔
''چھوڑیں یہ پرانی باتیں ہیں کیا فرق پڑتا ہے۔''
''نہیں بیٹا۔ میں چلی جاتی ہوں، مجھے اچھا نہیں لگتا۔''
''زیبا کو لینے آپ جائیں گی......؟''

''ہاں...... تو کیا ہوا؟ میں جاتی ہوں، جلدی سے لے آؤں گی زیبا آ کر تمہاری مہندی کے انتظامات خود کرے گی۔ ویسے تو کیا انتظامات چار پانچ آدمیوں کی چائے پانی کا بڑا مسئلہ تو ہے نہیں۔ تم دروازہ بند کرلو میں بس جلدی سے جا کر آتی ہوں۔'' حاجرہ بیگم اسی وقت جانے کو تیار ہو گئیں، مگر تمی کے دل میں کھد بد شروع تھی۔ زیبا کی آواز سے پریشانی سی جھلک رہی تھی۔ کہیں کوئی مسئلہ نہ ہو...... وہ یہ سوچ رہی تھی...... حاجرہ بیگم چلی بھی گئیں اور وہ سوچتی رہ گئی۔

❀......❀......❀......❀

شرمین کو توقع تھی کہ کشف گاڑی بھیج کر فون ضرور کرے گی۔ کشف کا فون آیا...... تو اس نے فون اٹھا کر باہر لان عبور کر کے خاموش سایہ دار جگہ پر آ کر فون ریسیو کیا۔

''شرمین! اذان کو جلدی سے باہر بھیجو ہمیں دیر ہو رہی ہے، کیک بھی لے کر جانا ہے۔'' کشف ایک سانس میں بولی۔

''کشف! اذان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی سو گیا اور رکو میں عبدالہادی کا گفٹ لائی ہوں......'' اس نے کہا اور اندر جانا چاہتی تھی کہ کشف کی تیز اور تلخ آواز آئی۔

''تم اندر ہی رکو، کیا مطلب ہے تمہارا میرا بیٹا تمہارے گفٹ کا بھوکا ہے اور تم میرے بھتیجے پر قبضہ جما کر بیٹھی ہو، میں آرام سے سمجھا رہی ہوں تمہیں، اذان کے لیے رکاوٹ مت بنو۔'' وہ بولتی ہوئی اس کے پورشن کی طرف آ گئی۔ شرمین نے دوڑ کر اس کو دور سے ہی کنٹرول کیا۔

''پلیز کشف! میری بات سنو، یہاں آؤ۔'' اس نے کچھ دور پڑی کرسیوں کی طرف رخ کیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ کشف جھنجلا کر بیٹھ گئی۔

''بولو......''

''کشف...... کیوں میری زندگی میں مشکلات پیدا کرنا چاہتی ہو۔''

''کیسی مشکلات؟ مشکلات تو تم اذان کے لیے کھڑی کر رہی ہو، اسے ہم سے دور رکھ کے، سچ نہ بتا کے، کچھ بھی تو نہیں بتایا تم نے اس معصوم کو، وہ ڈیڈی، ڈیڈی کرتا ہے۔ انتظار کر رہا ہے، مگر تم اپنے مطلب کے لیے یہ سچائی چھپائے ہوئے ہو، اس کی ماں تم نہیں ''نینسی جوزف'' تھی۔ بھائی کی دوسری بیوی اذان کو پیدا کر کے مر گئی، یہ بتایا تم نے اذان کو......'' کشف کا تو جیسے کسی نے بٹن دبا دیا۔ وہ تڑ تڑ بولتی چلی گئی اور شرمین کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ ایک لفظ نہ بول سکی۔

''ابھی تو میں جا رہی ہوں، کیونکہ ٹائم نہیں ہے، مگر ہم پھر جلد اس موضوع پر بات کریں گے۔'' کشف یہ کہہ کر چلی گئی...... اور شرمین کی آنکھوں سے اشکوں کی ایسی برسات ہوئی کہ اسے کچھ اختیار نہ رہا۔ کشف کے دو جملے ہی سماعت پر ضرب لگا رہے تھے۔

''بھائی کی دوسری بیوی، نینسی جوزف...... صبیح احمد نے تو اسے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا، کچھ نہیں لکھا...... اپنی نشانیوں میں بھی اس کی کوئی نشانی نہیں بھیجی۔'' دکھ اور تذلیل آمیز اس رویے پر اسے صبیح احمد کو یاد کر کے رونا آ رہا تھا۔

''کتنے بے رحم اور اجنبی تھے تم، کیسے خود غرضی کا لبادہ اوڑھ کر اذان کو میری ذمہ داری بنا گئے۔ جہاں سب کچھ چھپایا وہاں اذان کی ہستی بھی اپنوں میں بانٹ جاتے۔ تم جھوٹے تھے...... تم نے دوسری شادی کی، مجھے بتایا تک نہیں، پہلی شادی تو تم نے ماں کی ضد اور بہنوں کی لالچ کی وجہ سے کی تھی، مگر دوسری شادی کس کے کہنے پر کی۔ تم تو دعویدار تھے کہ میرے بغیر ادھورے ہو اور یہ سچ تم نے چھپا کر رکھا...... آئی ہیٹ یو صبیح احمد۔'' وہ روتے روتے بڑبڑائی مگر کون تھا جو اس کی آواز سنتا۔

''شرمین...... اب تو آگے کی سوچو، کشف تو اذان کو سب کچھ بتا کے رہے گی۔ بتا دو، تم ہی بتا دو، صبیح احمد نے تمہارے خلوص کا سفاکانہ استعمال کیا ہے، دے دو اس کا بیٹا...... الگ ہو جاؤ، بھول جاؤ اذان کو......'' ذہن میں کئی خیالات آئے۔

''ماما......'' اسی لمحے اذان نے پشت سے اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کے پکارا تو وہ تڑپ اٹھی...... اسے سینے سے لگا لیا۔

''جی...... جی میری جان۔''

غزل

زنداں میں جب قید کی جاتی ہیں بیٹیاں
تب رسم جہل توڑنے آتی ہیں بیٹیاں

نادان اے انسان ' انہیں بوجھ مت سمجھ
عزت کا تاج سر پہ سجاتی ہیں بیٹیاں

گر وقت کڑا آن پڑے زندگی میں تو
ماں باپ کے چہروں کو ہنساتی ہیں بیٹیاں

یوں تو کمال ضبط سے پی لیتی ہیں ہر درد
گر رو پڑیں بابل کو رلاتی ہیں بیٹیاں

بیٹے بھی ہیں نعمت مگر سو بات کی اک بات
خوش قسمتوں کے حصے میں آتی ہیں بیٹیاں

عرشی غرور شان سے اک تاج کی مانند
عزت کو اپنے سر پہ سجاتی ہیں بیٹیاں

عرشی ہاشمی..... آزاد کشمیر

''آپ رو رہی تھیں......''

''نہیں..... میں تو سوچ رہی تھی کہ ہم کہیں باہر جائیں۔'' اس نے مسکرا کر کہا تو اذان کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

❀ ❀ ❀ ❀

اک دوسرے کو جان نہ پائے تمام عمر
ہم ہی عجیب تھے کہ زمانہ عجیب تھا

بہ تاسف لیے وہ خود کو اذیت میں مبتلا کیے لانگ ڈرائیو پر تھی۔ اذان سہمی سہمی حیران نگاہوں سے مسلسل اسی کو دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی اچنتی سی نگاہ پیچھے کو بھاگتے دوڑتے کھیت کھلیان اور درخت دیکھ لیتا...... وہ تو بہت خوش تھا کہ ماما کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر جارہا ہے۔ بہت مزہ آئے گا۔ مگر وہ حد درجہ خاموش اور مردہ دلی سے گاڑی چلا رہی تھی۔

''ماما......'' اس نے ہولے سے پکارا، مگر اس نے نہیں سنا۔

''ماما جی۔'' وہ پھر بولا...... اس نے اس کی طرف دیکھا اور پھر مغموم سی ہو کر بولی۔

''اذان بیٹا...... میری خاموشی کی وجہ جاننا بہت مشکل ہے، آپ کی ننھی سی سوچ میں نہیں سما سکتی۔'' وہ بھانپ گئی تھی کہ کیا لکھا ہے اذان کے چہرے پر اس کی بھوری بھوری آنکھوں میں۔

''انکل سے لڑائی ہوئی ہے......؟''

''کون سے انکل......؟'' اس نے گاڑی کی رفتار کم کر کے فاصلے کا اندازہ لگایا اور پھر واپسی کے ارادے سے گاڑی موڑتے ہوئے پوچھا۔

''عارض انکل۔''

''نہیں، وہ آپ کے انکل نہیں ہیں، وہ کسی کے کچھ نہیں ہو سکتے۔'' اس کا منہ کڑوا ہو گیا جیسے۔

''ڈیڈی سے......''

''شاید......''

''ڈیڈی گندے ہیں۔'' اذان نے بھی دل کی بات کہہ دی۔

''ہاں..... انہیں اپنے برے ہونے کا کبھی احساس ہی نہیں ہوا۔'' وہ افسردہ سی ہوگئی۔
''ماما..... آپ میری بات کرادیں میں ڈیڈی کو کہتا ہوں.....'' اذان نے اس طرح کہا کہ اس کے دل میں آیا کہ اسے خود وہ سچ بتادے جو صبیح احمد کے حوالے سے کشف نے اسے بتایا ہے اور شاید بہت جلد وہ بتانے والی ہے۔ مگر نجانے کیوں وہ اس کا معصوم چہرہ دیکھ کر ایسی جرات نہ کرسکی اور نظریں چرا گئی۔
''ماما..... آئی ایم سوری۔'' اذان کو ایک دم لگا کہ وہ اس کی کسی بات سے ناراض ہے۔
''کیوں بیٹا؟'' وہ تڑپ اٹھی۔
''میں نے عارض انکل سے بات کی تھی.....'' وہ بڑی معصومیت سے بولا۔
''کوئی بات نہیں بس اب نہ کرنا۔''
''ماما..... وہ تو بیمار ہیں۔''
''چھوڑو، چلو ہمارا گھر آ گیا۔'' اس نے گیٹ سے گاڑی اندر لاتے ہوئے کہا..... مگر اندر عارض کی گاڑی دیکھ کر وہ چونکی۔
''عارض انکل، ہرے.....'' اذان سب بھول کر اپنے پورشن کی طرف بھاگا جبکہ اس کے قدم من من کے ہوگئے..... شبانہ نے اپنے برآمدے سے آ کر اسے اطلاع دی۔
''آپ کے مہمان کچھ دیر سے آئے ہیں، میں نے ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کو کہا مگر وہ آپ کے لان میں بیٹھے ہیں۔''
''شکریہ.....'' وہ یہ کہہ کر آگے بڑھ گئی۔

❁......❁......❁......❁......❁
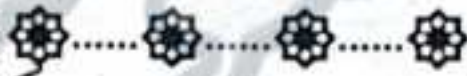
اذان نے دوڑ لگائی اور عارض سے لپٹ گیا۔ وہ ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کوریڈور کی طرف بڑھنے لگی تو عارض کی آواز آئی۔
''مجھے ضروری بات کرنی ہے۔''
''ابھی تھپڑ کی تکلیف باقی ہے، اذان اندر چلو.....'' اس نے بہت سختی سے کہا اور اذان سہم کر فوراً اندر چلا گیا، مگر عارض سامنے آ گیا۔
''سوری.....''
''کس لیے؟ مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی، تھپڑ سے گری ہوئی حرکت آپ نے اور کر رکھی ہیں۔''
''شرمین..... میں نے ایسا کچھ نہیں کیا، صفدر سے فون کرکے پوچھ لو، زیبا بھابی کا گناہ گار میں نہیں کوئی اور ہے۔''
''مجھے کیا ضرورت ہے کسی سے پوچھنے کی.....'' وہ چڑی۔
''پھر میری بات کا اعتبار کرو۔''
''کون سی بات؟''
''میں جلد ان کا اصل مجرم سامنے لے آؤں گا، مگر پلیز تم مجھے برا نہ سمجھو۔'' عارض نے کہا۔
''دیکھو! میرے اپنے بہت سے مسائل ہیں، میرے پاس وقت ہی نہیں کہ آپ کو اچھا برا سوچو۔''
''اپنے مسائل مجھ سے شیئر کرو۔''
''نہیں مجھے اب کسی پر اعتبار نہیں۔''
''شرمین..... مگر مجھے تمہارے سہارے کی ضرورت ہے، میں تنہا ہوں۔''
''ہم سب اپنی اپنی جگہ تنہا ہیں۔'' وہ بولی۔
''لیکن ہم دونوں ایک دوسرے کی تنہائی بانٹ سکتے ہیں۔''
''پلیز..... آپ جاؤ، مجھے کوئی قصہ نئے سرے سے شروع نہیں کرنا۔''

''شرمین پلیز......''

''عارض...... مجھے تنگ نہ کرو، جاؤ۔''

''مجھ سے نفرت نہ کرو......'' وہ بے بسی سے بولا۔

''اپنے آپ سے یہ سوال کرو کہ تم قابل نفرت کیوں ہو؟''

''وہ زیبا بھابی کی غلط فہمی ہے۔''

''شرم کرو، کس منہ سے بھابی کہہ رہے ہو؟''

''میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے انہیں چھوا تک نہیں، ان کا مجرم کل یہاں ہوگا تم سب کے سامنے۔''

''تو کل کی کل دیکھیں گے۔''

''پلیز شرمین تم تو مجھے غلط نہ سمجھو۔''

''پلیز جائیے، اذان کو ہوم ورک کرانا ہے۔''

''ایک وعدہ کرو کہ......''

''فار گارڈ سیک...... جاؤ مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا، میرا دماغ الجھا ہوا ہے۔''

''مجھے بتاؤ کیا الجھن ہے؟''

''الجھن دینے والے یہ سوال نہیں کرتے۔''

''اوکے...... کل جب صفدر کی بیوی کے اصل مجرم کو سامنے لاؤں تو تم ضرور آنا۔''

''میری بات سنو، تم اس مجرم کے کیا لگتے ہو؟ آلہ کار، سرپرست؟'' ایک دم ہی اس کا ذہن کھول اٹھا۔

''نہیں...... مگر ایک تعلق ضرور ہے۔ مالک اور نوکر کا۔''

''مطلب جیسا مالک ویسا نوکر افسوس!''

''کل سب واضح ہو جائے گا۔''

''مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا، میں تمہیں جان چکی ہوں۔'' اس نے بڑی سرد مہری سے کہا اور اندر چلی گئی۔ مگر وہ بھی پیچھے تیزی سے آیا اور اس کا ہاتھ تھام کر ٹھوس لہجے میں بولا۔

''تم نے مجھے غلط جانا ہے، اب صحیح جاننا ہوگا، سمجھیں تم......''

''ہنہ......'' اس نے ہاتھ چھڑایا اور گھور کر دیکھا۔

''اذان! آؤ میرے ساتھ......'' صوفے پر بیٹھے اذان کو دیکھ کر عارض نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا...... اس نے بھی اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''اذان کہیں نہیں جائے گا......'' اس نے سختی سے کہا۔

''اذان میرے ساتھ جا رہا ہے، تم اسے نہیں روک سکتیں، یہ تمہارا ہی نہیں میرے اتفاقیہ دوست صبیح احمد کا بھی بیٹا ہے۔''

''نام مت لو......'' وہ صبیح احمد کے نام پر چلا اٹھی۔

''اوکے اللہ حافظ، میں خود بھجوا دوں گا......'' وہ یہ کہہ کر اذان کو لے گیا۔ وہ کچھ نہ کر سکی۔

❀......❀......❀......❀

خلاف توقع زیبا اور عبدالصمد گھر پر ہی تھے۔ جبکہ اسے یقین تھا کہ وہ ننھی کے ساتھ جا چکی ہوگی۔ آخر کو ننھی کی مہندی ہے۔ مگر وہ کچن میں کھڑی چاول صاف کر رہی تھی۔ اسے دیکھ کر فوراً چائے کا پوچھا مگر اس نے تو چپ سادھ رکھی تھی۔ کوئی جواب نہ دیا کمرے میں آ گیا وہ بھی پیچھے پیچھے چلی آئی۔

''کیا بات ہے؟'' وہ بولی مگر وہ خاموشی سے جوتے اتارتا رہا۔

''آپ بول نہیں رہے۔''

"کیا بولوں؟ بولنے کو تو بہت کم وقت بچا ہے۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بولا۔
"میں آپ کی اجازت کے بغیر گھر نہیں گئی، اماں آ کر چلی گئیں۔" اس نے خود سے اس کی اہمیت بیان کی۔
"تو چلی جاتیں، اچھا ہوتا۔"
"اور آپ......"
"کیا آپ؟"
"میں چائے لاتی ہوں۔"
"پلیز مجھے دو گھڑی آرام کرنے دو۔" وہ زچ آ گیا۔
"کیا بات ہے؟"
"اور کون سی بات بچی ہے؟ کیا ہے مزید جاننے کو۔" وہ یہ کہہ کر کمبل تان کر لیٹ گیا۔
زیبا کی سمجھ سے باہر تھا۔ اتنا تو اسے پتا تھا کہ وہ عارض سے مل کر آنے کے بعد سے بدلا بدلا سا ہے۔ خوش گوار موڈ میں تو خیر کبھی نہیں ہوتا تھا، مگر آج اسے سب کچھ غیر معمولی لگ رہا تھا۔ چپ چاپ سی کمرے سے باہر آ گئی...... باہر امی موجود تھیں......ان کے چہرے پر سوال موجود تھے۔
"اسے بتانا تھا کہ کھمی کی مہندی ہے، جانا ہے۔" امی کو خیال گزرا کہ صفدر کو نہیں معلوم۔
"امی پتا ہے انہیں......"
"تو پھر......"
"تو وہ تھکے ہوئے ہیں، بس نہیں جانا۔" وہ ٹال مٹول سے کام لے رہی تھی۔ جہاں آرا کو حیرت ہوئی...... وہ خود صفدر کے پاس آ گئیں۔
"صفدر......"
"جی......" اس نے کمبل سے منہ نکالا۔
"یہ کیا بے ہودگی ہے، زیبا کو لے جاؤ، گھر کی بچی نہ ہوگی تو لوگ کیا کہیں گے؟"
"امی...... میں نے کہہ تو دیا تھا کہ یہ جائے......"
"مگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہتی تھی، حاجرہ بہن واپس چلی گئیں۔"
"کون سا ساتھ؟"
"ہیں...... نیند میں ہو؟"
"امی...... خدا کے لیے مجھے سکون سے مرنے دیں۔" وہ ایک دم ہی جذباتی ہو گیا، چیخنے لگا، ہاتھ جوڑ دیے۔
"ارے کیا ہو گیا تمہیں......"
"پلیز...... جائیں آپ۔" وہ بولا...... جہاں آرا بیگم حیران پریشان سی کمرے سے نکل گئیں...... صفدر نے غصے سے چھت گھورنی شروع کر دی۔ جبکہ باہر کھڑکی سے لگی زیبا کا دل ہول سے بھر گیا۔

❀......❀......❀......❀
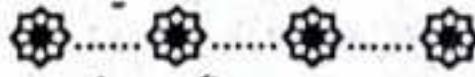
غصے اور جھنجلاہٹ میں اس نے بیڈ کے نیچے سے وہ بڑا سا ڈبہ گھسیٹ کر باہر نکالا جو صبیح احمد کی نشانیوں سے بھرا تھا اس نے ایک ایک چیز نکال کر الٹ پلٹ کے دیکھی، کہیں نینسی کے حوالے سے کوئی چیز، کوئی نشانی نہیں تھی۔ کہیں کوئی حوالہ نہیں تھا۔ اس نے دوبارہ سب چیزیں ڈبے میں ڈال دیں اور سوچ میں پڑ گئی۔
"کہیں یہ کشف نے جھوٹی کہانی تو نہیں بنائی یا پھر صبیح احمد نے ان کو غلط کہا ہو لیکن غلط اور جھوٹ کی کیا ضرورت تھی...... اذان صبیح کا جائز اکلوتا وارث ہے اس کے لئے وہ جھوٹ کیوں بولتے...... اور کشف کسی راہ چلتی کو تو اذان کی ماں نہیں کہہ سکتی۔ اس کا مطلب نینسی صبیح احمد کی زندگی میں بیوی بن کر آئی اور پھر چلی گئی۔ مگر صبیح مجھے بتاتے تو، اذان کو میری سپردگی میں

دیتے ہوئے کچھ تو بتاتے اس قابل ہی نہیں سمجھا' جھوٹ تھی ساری محبت ایک کے بعد ایک عورت زندگی میں لاتے رہے لیکن دعویٰ یہ کرتے رہے کہ میں ان کی محبت ہوں...... نہیں...... ہرگز نہیں...... بالکل بھی نہیں تھی تمہیں مجھ سے محبت۔ تم نے مجھے دوسرا دھوکہ دیا۔ مجھے لاعلم رکھ کے میرے احساسات کو ٹھیس پہنچائی۔ میں اب کیا کروں؟ کیا اذان کو کشف کے حوالے کردوں یا پھر اذان کو سارا سچ بتا کر فیصلہ اس پر چھوڑ دوں' بھول جاؤں سب کچھ' اسے باپ کے مرنے کی حقیقت بتادوں وہ ٹوٹے یا بکھر جائے...... مجھے اس سے کیا؟''

''نہیں شرمین...... یہ تو سب غلط ہے۔ سب کے جھگڑے میں اذان کا سوچو' اس کا کیا ہوگا؟ اس عمر میں اس کا رشتوں سے اعتبار اٹھے گا تو پھر وہ کبھی سمٹ نہ پائے گا' جی بھر جی نہ سکے گا۔ اگر اسے بکھرنا ہی تھا تو اسے اپنایا ہی نہ ہوتا۔'' ضمیر کی آواز نے اسے جھنجوڑا۔

''مگر میں کیا کروں؟ کشف حرص و حوس کی محبت میں اس معصوم کو سچائی بتانے پر تلی ہے' پھر بھی تو وہ بکھرے گا' مجھ سے نفرت کرے گا اور پھر اذان کے پاس کچھ نہیں بچے گا۔ نہ ذات اور نہ دولت۔'' اس نے ضمیر کو دبانا چاہا۔

کبھی کبھی زندگی میں ایسے موڑ آتے ہیں کہ ہر موڑ خطرناک منزلوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ انسان وہ موڑ دیکھ کر ہی نڈھال ہوجاتا ہے۔ بے بس ہوجاتا ہے کہ کس طرف جائے؟ اس کا بھی یہی حال تھا کہ کچھ بھی سمجھ سے باہر تھا۔ زندگی کے نام پر ایک اذیت ناک زندگی جینے پر مجبور تھی۔ اسی لیے اسے محبت محبت پکارنے والوں سے چڑ تھی کہ محبت کے اصل مفہوم اور مقام کو جانے بغیر یہ محبت کے نعرے لگانے والے جھوٹے اور دو نمبر ہیں۔ انہوں نے مطلب اور غرض کو محبت کے معنی پہنانے کی کوشش کی ہے۔ اسے کم از کم یہی تجربہ ہوا تھا۔

❀......❀......❀......❀

اذان کو عارض نے باہر کھانا کھلایا۔ آئس کریم کھلائی اور ڈھیر ساری شاپنگ کراکے رات گئے واپس چھوڑا اور باہر سے ہی چلا گیا۔ اذان چہکتا ہوا اندر آیا۔ بہت خوش تھا آ کر اس سے لپٹ گیا۔

''چھوڑو مجھے' آپ کو ماما کی کیا فکر؟''

''ماما...... میری ماما۔'' اس نے لاڈ کیا۔

''میری اجازت کے بغیر کہیں بھی چلے جاتے ہیں۔''

''سوری ماما...... عارض انکل نے بہت انجوائے کرایا۔'' اس نے دانستہ بات بولی۔

''تو وہیں رہ لیتے۔''

''انکل کہہ رہے تھے کہ وہ جب تک یہاں ہیں میں ان سے روز ملا کروں۔'' وہ بولا۔

''پھر وہ کہاں چلے جائیں گے؟''

''پتا نہیں۔''

''اذان!''

''ہنہ......'' وہ چاکلیٹ کھاتے ہوئے بولا۔

''آپ کو میرے بغیر انجوائے کرنا تو آ گیا' اب رہنے بھی لگو گے۔''

''نہیں جی۔'' وہ اٹھلایا۔

''اگر پھوپو لے جائیں تو رہ لینا ان کے پاس۔''

''نہیں جی' عارض انکل کے پاس ماما...... ہم کیوں ان سے ناراض ہیں؟''

''نہیں کس نے کہا؟''

''انکل کہہ رہے تھے۔''

''چھوڑو انکل کو۔'' وہ بولی۔

''ماما......''

''ڈیڈی انکل کے فرینڈ ہیں نا۔''

''پتا نہیں۔''

''ڈیڈی آئیں گے نا......تو......'' وہ بولتا بولتا رکا۔

''وہ نہیں آئیں گے۔'' اس نے کچھ سوچ کر کہا۔

''کیوں؟''

''اس لیے کہ وہ کبھی نہیں آسکتے' اب سو جاؤ بہت رات ہوگئی۔'' اس نے کہا اور وہ جو پیکٹ لے کر آیا تھا وہ اٹھا کر میز پر رکھنے لگی۔ نیلا ایک بڑا سا شاپر تھا اس میں ایک پیکٹ تھا' اسے وہ کچھ مختلف سا لگا اذان واش روم میں دانت برش کرنے گیا تو اس نے وہ پیکٹ نکال کر دیکھا...... وہ واقعی اس کے لیے تھا۔ اس کے لیے قیمتی اس کا پسندیدہ پرفیوم تھا اور ڈبے کے اندر صرف ایک جملہ لکھا تھا۔

''زندگی کے لیے۔'' اس کا دل دھڑکا۔ ہاتھ اس کو تھام کر لرزاں سے تھے۔

''جھوٹ۔'' وہ بڑبڑائی اور پیکٹ اپنی ڈریسنگ ٹیبل کی نچلی دراز میں رکھ دیا۔ کیونکہ وہ اذان پر ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اذان بہت خوش اور فریش تھا۔ اسے اچھا لگا۔ اس معصوم کا کیا قصور؟ اسے زندگی کی رونقیں چاہئیں۔ یہ سوچ کر وہ خود بھی واش روم میں گھس گئی۔

❁......❁......❁......❁

عارض کو حاکم الدین نے کسی کے آنے کی اطلاع دی تو اس نے اسے بٹھانے کو کہا۔ خود سب سے پہلا کام یہ کیا کہ صفدر کا فون نمبر ملایا۔

''کیا بات ہے؟''

''آجاؤ وہ شخص آچکا ہے۔''

''اوکے۔''

''سنو ویسے اس کا کرنا کیا ہے؟'' عارض نے پوچھا۔

''بہت کچھ کرنا ہے' جو مجھے سکون دے سکے۔ بس انتظار کرو زیبا کو اس کے گھر سے لانا ہے۔ ابھی گئی ہے' اب لے کر آتا ہوں۔''

''دیکھو...... کنٹرول رکھنا۔''

''عارض...... مجھے جینا ہے' گھٹن سے نجات حاصل کرنی ہے۔''

''اوکے۔''

''بس ویٹ۔''

''میں نے شرمین کو بھی بلانا ہے۔''

''نہیں' اس قصے میں شرمین کی ضرورت نہیں۔''

''وہ مجھے غلط سمجھ رہی ہے۔''

''سب ٹھیک ہوجائے گا۔ آج کے بعد سب ٹھیک ہوجائے گا۔'' اس نے یہ کہہ کر فون بند کردیا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)